شمعِ توحید

مع

نورِ توحید

بجواب پروانۂ تنقید

تصنیف

امام المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

ناشر

مکتبہ عزیزیہ جامع مسجد قدس اہلحدیث

چوک دالگراں لاہور فون ۷۶۵۶۷۳۰

صہ 13 امکان کذب کفر نہیں

یہ کتاب صرف برائے حوالہ مناظرین اہل سنت
کے لیے سکین کروائی جا رہی ہے کیونکہ اس کے
نئے ایڈیشن میں وہابیہ نے تحریف کر دی ہے

میثم قادری
19/10/2015

صہ 13 امکان کذب کفر نہیں
صہ 53 امرتسر میں مسلم حنفی بریلوی خیال کے تھے

شمعِ توحید



نورِ توحید

بجواب پروانۂ تنقید

تصنیف

امام المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

ناشر

مکتبہ غزنویہ جامع مسجد قدس اہلحدیث
چوک دالگراں لاہور فون ۷۶۵۶۷۳۰

دیباچہ

شمع توحید

وجہ تالیف

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین

۴۔ نومبر ۱۹۳۷ء ہندوستان میں عموماً اور امرتسر میں خصوصاً ایک تاریخی دن ہے۔ جس میں واقعہ ہائلہ حملہ قاتلانہ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب پر ہوا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ یکم۔ دوئم۔ سوئم نومبر کو امرتسر کے بعض حنفیوں نے جو پیر جماعت علی شاہ صاحب سے ارادت رکھتے ہیں۔ جلسہ کیا۔ جلسے کا نام عرس امام اعظم رکھا۔ مگر حملہ سارا اہل توحید (جماعت اہل حدیث اور دیوبندیوں) پر تھا۔ مسائل اعتقادیہ وہ بیان کئے جو بالکل قرآن و حدیث و اقوال فقہاء کے خلاف تھے

(۱) خدا رسول ایک ہیں۔ (۲) رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عالم الغیب ہیں۔ (۳) حاجت روا ہیں۔ (۴) مشکل کشا ہیں۔ جو شیلے واعظوں نے یہ بھی کہا کہ وہابی کو مارنے سے نجات ہوتی ہے ایک جوتا مارنے سے ایک حور ملتی ہے وغیر ذالک من الخرافات۔

ان غلط خیالات کے جوابات کے لئے جماعت اہل حدیث نے مورخہ ۴۔ نومبر کو جلسے کا اعلان کیا۔ جس کی منادی میں مولانا موصوف کا نام خصوصیت سے لیا گیا۔ چنانچہ مولانا ممدوح وقت مقررہ پر جلسہ گاہ (مسجد مبارک۔ کٹڑہ مہاں سنگھ) پہنچ کر سواری سے اترے ہی تھے کہ وعظ جلسۂ عرس سے متاثر ہو کر ایک نوجوان مسمیٰ قمر ولد نعمت بیگ نے حضرت مولانا پر ایک تیز دھار ہتھیار سے "یارسول اللہ" کا نعرہ لگاتے ہوئے حملہ کیا۔ جس سے سر پر سخت زخم آیا اور ایک زخم ناک پر بائیں آنکھ کو بچاتے ہوئے کاری لگا۔ حملہ آور سے ہتھیار چھین لیا گیا اور حملہ آور اپنے ہمراہیوں کی کوشش سے فرار ہو گیا۔ اس کے متعلق قانونی کاروائی عدالت میں کی گئی۔

جمعیتہ تبلیغ اہل حدیث نے تجویز کیا ہے کہ اس واقعہ کی یادگار میں ایک ایسا رسالہ لکھا جائے جو ان عقائد فاسدہ کی تردید اور عقائد صحیحہ کی تعلیم پر مشتمل ہو۔ مولانا ممدوح نے یہ کام خود اپنے ذمہ لیا۔ جماعت اہل حدیث نے اسکے اخراجات کے لئے چندہ دیا۔ جزاہم اللہ خیرا الجزاء۔

نچہ یہ رسالہ آج ناظرین کے ہاتھ میں پہنچ رہا ہے۔ جمعیۃ کے زیر غور یہ امر بھی ہے چونکہ ایسے واعظ عموماً قصبات و دیہات میں پھر کر لوگوں کو ٹھیٹھ اسلام سے ہٹا کر غلط خیالات میں پھنساتے ہیں اس لئے اس رسالے کو کلاً یا جزءً پنجابی اور اُردو زبان میں نظم کرا کر شائع کیا جائے جو صاحب نظم لکھنے پر قادر ہوں وہ اطلاع دیں کہ بلا معاوضہ لکھیں گے یا بالمعاوضہ۔ پنجابی زبان سے مراد ملتانی زبان ہے۔ کیونکہ ملتان تک شہر و دیہات میں سب لوگ اُردو پڑھ سکتے اور سمجھتے ہیں۔ ملتان اور اس سے پرے اُردو گویا اجنبی زبان خیال کی جاتی ہے۔ اور ایسے عقائد کے اشاعت کنندہ بھی نواح ملتان میں ہیں۔ پس ملتان اور اس کے اردگرد کے احباب جمعیۃ کی مدد کریں۔ اور ایسے شاعروں کا پتہ دیں جو یہ کام کر سکیں۔ ہو سکے تو نظم کا نمونہ بھی بھیجدیں۔ کام بعجلت کرنے کا ہے۔ آجکل لوگ دنیا داری کے امور میں جس قدر منہمک نظر آتے ہیں جماعت اہل حدیث کو اس سے زیادہ اشاعت توحید و سنت میں انہماک چاہئے۔ کیونکہ یہ جماعت اسکی ذمہ دار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ اللہ و نستعینہ

حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم

ہمدردان اسلام کے لئے یہ زمانہ کیسا نازک آگیا ہے کہ ایک طرف اسلام اور ہادی اسلام علیہ السلام کے منکروں کا زور ہے۔ وہ اپنی زور آزمائی ساری قرآن و رسالت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کی تکذیب پر کر رہے ہیں۔ ان کی تصنیفات کے نام ہی ان کے مضامین کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مثلاً "عدم ضرورت قرآن"۔ "محمد بے کرامت"۔ "ترک اسلام"۔ "رنگیلا رسول"۔ وغیرہ۔ اس قسم کی تصنیفات سے مدعا ان مصنفوں کا اور مبلغوں کا ایک اور صرف ایک ہے کہ خدا کے سچے دین اسلام کا نام دنیا سے مٹ جائے اور دنیا کے لوگ حضرت سید الانبیاء علیہ السلام کو (خاک بدہن اعداء) معمولی انسانوں سے بھی کم درجہ بلکہ اور بھی کچھ سمجھیں۔

دوسری طرف یہ حالت ہے کہ اسلام قرآن اور رسالت محمدیہ کے ماننے والے جس اسلام اور رسالت کو ایسی شکل میں دکھاتے ہیں جو مخالفین کی پیش کردہ تصویر سے زیادہ یا ہے۔ مثلاً وہ دنیا کے سامنے اسلام کی تعلیم اور اسلام کا کلمہ توحید

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کو یوں پیش کرتے ہیں ؎

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر ✽ اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

(الفقیہ امرتسر ۵۔ جنوری ۱۹۲۱ء)

وہ یہ بھی کہتے ہیں ؎

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے۔ جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لینگے محمد سے

ان سب خیالات کا ملخص ہم ایک مستند تحریر سے دکھاتے ہیں جو کسی شخص کی انفرادی رائے نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مرکزی جماعت کی شائع کردہ رائے ہے۔ جس سے ہماری مراد مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند ہے۔ انجمن مذکور نے ایک رسالہ متعلقہ عقائد موسومہ "العقائد" شائع کیا ہے۔ جس کے مولف کا نام سرورق پر یوں لکھا ہے:۔

حضرت علامہ حکیم ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب قادری خطیب مسجد
وزیر خان لاہور

رسالہ مذکورہ میں عقیدہ متعلقہ رسالت محمدیہ یوں لکھا ہے کہ:۔

"حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان حضور کے زیر حکومت وتصرف ہے جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان ان کا محکوم، وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔" (ص ۳۵)

اس قسم کے اور عقائد بھی ہیں جو آج اسلام کی شکل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بشر کہنا کفر ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں (رسالہ مذکور ص ۲۴) اس قسم کے عقائد سے اسلام کی بڑی بدنامی ہوتی ہے اور اسلام کے منکروں کو رکاوٹ اور ٹھوکر کا باعث ہونے میں کسی سے مخفی نہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ ایک ایسی ذات جو تاریخی صفحات پر ہمارے سامنے کسی کا بیٹا ہے اور کسی کا باپ، پھر وہ خدا یا خدا کے ساتھ متحد کیسے ہوا۔ ایسے ہی موقع کے لئے شیخ سعدی رح نے فرمایا ہے ؎

ہر کس از دست غیر نالہ کند - سعدی از دست خویشتن فریاد

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عیسائی مذہب جو حسب تعلیم قرآن صحیح خدائی مذہب تھا عیسائیوں کی غلط فہمی اور غلط گوئی سے دوسری شکل اختیار کر گیا جس سے ہر ایک ذی فہم انسان نفرت کر کے ناقابل قبول جانتا ہے اور قرآن مجید نے اس پر بڑا سنگین فتویٰ لگایا ہے

ارشاد ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۔
اللہ کے نزدیک کافر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں اللہ ہی مسیح ہے۔

کیونکہ ایسے خیالات اسلامی تعلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایک طرف منکرین اسلام کے لئے رکاوٹ ہیں تو دوسری طرف قائلین اسلام کے حق میں بھی موجب ضلالت۔ اس لئے یہ مختصر رسالہ لکھا گیا کہ فریقین کی غلط فہمی دور ہو سکے۔

وما توفیقی الا باللہ

خادم دین اللہ:۔

ابو الوفاء ثناء اللہ } امرتسر { جنوری ۱۹۳۸ء
ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ

اصل مقصود

آج جس مسئلہ پر ہم قلم اٹھانے کو ہیں۔ اس کے متعلق قرآن، حدیث اور کتب فقہ میں ذرہ بھر اختلاف نہیں ہے۔ مگر مسلمانوں کی شومئ قسمت سے یا جدت پسندی سے اس مسئلہ میں بھی ایسا اختلاف پیدا ہوا ہے کہ وہ جائز ناجائز یا راجح مرجوح سے گزر کر کفر و شرک کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ یعنی ایک فریق دوسرے کو کافر اور مشرک کہتے سنے جاتے ہیں۔ یا للعجب وضیعۃ الادب۔

غلو اور تنقیص

اس نزاع کے متعلق ایک فریق دوسرے کو غالی کہتا ہے۔ دوسرا فریق پہلے فریق کو توہین و تنقیص کنندہ اولے ادب قرار دیتا ہے۔ اس لئے ہر فریق دوسرے کو کافر کہنے میں اپنے کو حق پر جانتا ہے۔ اس مضمون میں ہم انہی دو لفظوں (غلو اور تنقیص) کی تشریح ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

ناظرین کرام! واضح رہے کہ غلو اور تنقیص کے معنے سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا اصل مرتبہ ثابت اور مبرہن کیا جائے۔ پہلے اس سے کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر کروں۔ مطلب سمجھانے کے لئے ایک مثال پیش کرتا ہوں

کوئی شخص انٹرنس پاس ہے جس کی سند اس کے پاس ہے اور وہ خود بھی اپنے کو میٹرک پاس کہتا ہے۔ ایسے شخص کو پرائمری یا مڈل پاس کہنا اس کی تنقیص ہے۔ اور ایف۔ اے یا بی۔ اے کہنا غلو ہے۔ پس تنقیص کے معنی یہ ہوئے کہ کسی کے اصل رتبے سے اس کو کم کرنا۔ اور غلو کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو اصل رتبے سے بڑھانا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں رسول نبی اور وجیھا فی الدنیا والآخرۃ فرمایا۔

جو لوگ ان کو اس رتبے سے ترقی دیکر خدا کی ابنیت تک پہنچاتے تھے ان کے حق میں فرمایا:۔ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ (پ ۶ ع ۱۴)

یعنی اے کتاب والو! مسیح کے حق میں ناحق غلو نہ کرو۔

اسی طرح سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب عالی ان لفظوں میں مقرر فرمایا:۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (پ ۱۵ ع ۱۰)

(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے اللہ پاک ہے۔ اور میں بشر رسول ہوں

پس ذات رسالت پناہ کا اصل منصب یہ ہے۔

بشر اور رسول

اس سے کمی کرنا یعنی بشریت مان کر رسالت کا انکار کرنا تنقیص شان ہے۔ جو باصطلاح شریعت کفر ہے۔ اور اس سے مزید ترقی کرنا یعنی بشر رسول کے سوا کوئی اور لقب تجویز کرنا جو الوہیت کی شان تک پہنچتا ہو غلو ہے۔ پس ہمارے سامنے مسلمانوں کے دو گروہ نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو حسب اعلان خداوندی منصب رسالت و بشریت محمدیہ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس گروہ کا نام ہم اپنی اصطلاح میں فرقہ عادلہ تجویز کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اعلان خداوندی سے تجاوز کرکے ذات رسالت کو بزعم خود ترقی دے کر غلو کے درجہ پر پہنچتے ہیں۔ اس گروہ کا نام ہم اپنی اصطلاح میں فرقہ غالیہ تجویز کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے نزدیک عادلہ گروہ حق پر ہے اس لئے ہم اس گروہ کی تائید میں آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت

بشریت کے معنی کوئی تفصیل نہیں چاہتے۔ بلکہ مختصر معنی بشریت کے آدم زاد ہیں یا بالفاظ دیگر انسان ہیں۔

پہلی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ آپ کا حسب نسب سب دنیا جانتی ہے۔ آپ کے والد کا نام عبد اللہ، دادا کا

عبدالمطلب۔ مجموعہ (محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب) ہے۔ یہ آپ کی بشریت کا اعلےٰ ثبوت ہے۔

دوسری دلیل | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تھیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ۔ اے رسول اپنی بیویوں کو کہہ دیجئے

بیوی کا ہونا بشریت اور انسانیت کا اعلےٰ ثبوت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی بیوی نہیں ہے صاف ارشاد ہے۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ

تیسری دلیل | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کی تیسری دلیل آپ کا صاحب اولاد ہونا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ (اے ہمارے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو کہہ دیجئے) اولاد کا ہونا بشریت اور انسانیت کا کافی ثبوت ہے۔ کیونکہ خدا کی کوئی اولاد نہیں۔ ارشاد ہے:۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ (خدا نے کسی کو نہیں جنا نہ اس کو کسی نے جنا)

چوتھی دلیل | آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانا نوش فرماتے تھے۔ اسی لئے کفار مخالفین کہتے تھے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ۔ (کیا وجہ ہے کہ یہ رسول کھانا کھاتا ہے) یہ مقولہ کفار کا قرآن مجید میں نقل ہوا ہے۔ اسکے جواب میں ارشاد خداوندی جو آیا ہے اس میں آنحضرت کے کھانا کھانے کو تسلیم کرکے جملہ انبیاء کو اس وصف میں شریک گردانا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ؕ

جو رسول ہم نے بھیجے وہ کھانا کھاتے تھے۔ ہم نے ان کو ایسے جسم نہیں بنایا تھا جو کھانا نہ کھائیں وہ ہمیشہ زندہ نہیں رہے۔

یہی کھانا کھانے کا وصف خدا تعالیٰ نے مسیحؑ اور ان کی والدہ کی الوہیت باطل کرنے اور انسانیت ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ ارشاد ہے:۔

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ (یعنی مسیح اور انکی والدہ دونوں کھانا کھایا کرتے) اس لئے یہ دلیل سب دلیلوں سے قوی تر ہے۔

دلیل پنجم | پانچویں دلیل آنحضرت پر مثل دیگر انسانوں کے موت کا وارد ہونا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ؕ

اے نبی تم بھی وفات پاجاؤ گے اور یہ لوگ بھی مرجائیں گے۔

وفات رسول کے بعد کے واقعات بتانے کی ضرورت نہیں۔ قبہ خضراء جس کی زیارت حاجی لوگ کرکے آتے ہیں۔ آنحضرت کی وفات کا بیّن ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے لئے موت نہیں ہے۔ ارشاد ہے:۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ

اس زندہ خدا پر بھروسہ کرو جو کبھی نہیں مرے گا۔

وفات بھی ثبوت ہے آنحضرت کی بشریت اور انسانیت کا۔

چھٹی دلیل | ارشاد خداوندی ہے:۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

اے رسول انکو کہہ دے کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔

اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بشر کے ساتھ مثل کا لفظ بھی بڑھا دیا گیا اور یہ قرآن مجید کی نص صریح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انسانوں کی طرح انسان تھے۔ کس امر میں؟ آدم زاد ہونے میں، کھانے پینے میں، صاحب اولاد ہونے میں، بھول چوک میں۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا:۔

انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی (الحدیث)

میں بشر ہوں بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔ جب میں بھول جاؤں تو یاد کرا دینا۔

یہ آیات محکمات اور بینات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دلائل میں ایسی واضح اور زبردست ہیں کہ انجمن حزب الاحناف ہند کو بھی اعتراف کرنا پڑا:۔ "نبی وہ بشر ہے جو خدا کی طرف سے آئے اور احکام الٰہی اس پر بذریعہ وحی آتے ہوں۔ جس قدر انبیاء گزرے سب بشر تھے"

(العقائد صفحہ ۱۰ شائع کردہ مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور)

یہی عقیدہ سب مسلمانوں کا متفقہ ہے اور قرآن و حدیث اس پر ناطق ہیں۔

نوٹ اہل منطق کا قول ہے لا تشکیک فی الماھیۃ۔ جس کو وہ فخریہ بیان کیا کرتے ہیں۔ اور اس پر وہ دلائل بھی دیتے ہیں۔ یعنی ماہیت متقررہ نوعیہ کے افراد میں بحیثیت ماہیت فرق نہیں ہوتا۔ جن طالب علموں نے مسلم اور اس کی شروح ملاحسن اور قاضی مبارک وغیرہ پڑھی ہیں اور جن اساتذہ نے یہ پڑھائی ہیں ان سے یہ حقیقت مخفی نہیں۔ عالم الغیب خدا نے بشر کے ساتھ مثلکم کا لفظ بھی اسی لئے بڑھایا تاکہ یونانی منطقی اور انکے اتباع اپنے اصول کے موافق قرآن کو پاکر ایمان لائیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بشریت کے بعض افراد میں خاص وصف زائد علی البشریت ہوتا ہے۔ قرب اور خطاب الٰہی اسی کا نام ہے اس کا بیان یوحیٰ الیّ میں فرمایا گیا۔

پس مقام مسرت ہے کہ انجمن حزب الاحناف اور جماعت اہل توحید دونوں کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

بشر رسول صاحب الوحی تھے۔ (صلے اللہ علیہ وسلم)

؎ شکر اللہ کہ میانِ من واو صلح فتاد - صلح جویان بخوشی سجدۂ شکرانہ زدند

اسکے مخالف عقیدہ

باوجودیکہ یہ عقیدہ سب مسلمانوں میں متفقہ ہے۔ شرح عقائد وکتب اسلامیہ میں رسول کی تعریف میں بشر کا لفظ داخل کیا گیا ہے۔

هو بشر بعثه الله لتبليغ الاحكام

بااین ہمہ بعض اطراف سے یہ آواز آتی ہے۔ جس کا اظہار پیر جماعت علی شاہ علیپوری۔ نے اپنی تقریروں میں بارہا کیا۔ اسی کے اثر سے جلسہ عرس امام امرتسر میں تقریریں کی گئیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خدا میں فرق کرنا آپکو بشر جاننا کفر ہے۔ پیر صاحب مذکور اپنی تقریروں میں یہ آیت پڑھا کرتے ہیں:-

قَالُوْا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا۔ یعنی کافروں کا مقولہ ہے کیا بشر ہم کو ہدایت

کرتے ہیں۔ پس وہ کافر ہو گئے؛

پیر صاحب موصوف نے اس آئت قرآنیہ کا مطلب یہ سمجھا اور اپنے مریدوں کو سمجھایا ہے کہ کفروا کی تفریع بشر کہنے پر ہے۔ حالانکہ کفار کا استفہام یھدوننا پر تھا اور اسی کو مستبعد سمجھتے تھے۔ بشر پر استفہام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بشریت کی تسلیم خود انبیاء کرام نے کفار کے جواب میں فرما دی تھی۔

قَالَتْ رُسُلُھُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (پ ۱۳ ع ۱۴) رسولوں نے کفار کے جواب میں کہا یقیناً ہم تمہارے جیسے بشر ہیں لیکن اللہ جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔ یعنی وحی نازل کرتا ہے؛

یہ آیت بصراحتہ النص دلالت کرتی ہے کہ پیر صاحب کا مطلب جو وہ سمجھے اور سمجھایا۔ بالکل غلط اور تعلیم رسل کے خلاف ہے۔

اس طرفے پر طرہ پیر صاحب اور ان کے مریدین نصوص قرآنیہ سے جب مجبور ہو جاتے ہیں اور انما انا بشر مثلکم اہل توحید کے منہ سے سنتے ہیں تو وہ گھبراہٹ میں یا اپنے علم و دیانت میں یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ "یہ حکم خداوندی ہے۔ خدا جس طرح چاہے بولے باپ اپنے عالم فاضل بیٹے کو نام لے کر بلائے تو عوام کو لائق نہیں کہ اسی طرح اسے بلائیں۔ اس لئے اس آیت سے بقول پیر صاحب یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ کو بشر کہنا جائز ہے"

ہم پیر صاحب کے اس مجتہدانہ جواب کی قدر کرتے ہیں۔ مگر نہائت افسوس بلکہ محبت سے عرض کرتے ہیں کہ پیر صاحب انما انا بشر یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے اور مقولہ خداوندی ہے۔ خدا کے جملہ اسمیہ خبریہ میں صداقت ضروری ہے (خاصکر آپ کے نزدیک کیونکہ آپ عقیدہ امکان کذب باری کو کفر سمجھتے ہیں)۔ پس اس جملہ خبریہ کی نسبت جو خدا کا مقولہ ہے۔ صدق کا اعتقاد رکھنا چاہئے یا کذب کا۔ یعنی یہ اعتقاد رکھیں کہ خدا نے جو یہ جملہ فرمایا صحیح ہے۔ یا یہ سمجھیں کہ غلط ہے اگر صحیح ہے تو ہمارا آپ کا اتفاق۔ اگر غلط ہے تو

امکان کذب باری کیا یہاں تو اطلاق کذب باری ہوگیا۔ یاد رہے کہ ہمارا سوال قول پر نہیں ہے بلکہ عقیدہ پر ہے۔ ہم آپ کی خاطر مانے لیتے ہیں کہ کوئی شخص ساری عمر رسول اللہ کو بشر نہ کہے بلکہ حسب فتویٰ آپ کے تراویح میں جب حافظ قرآن اس آیت پر آئے تو انما انا بشر آیت بھی چھوڑ دے۔ بلکہ آپ اگر حکم جاری کردیں کہ آپ کے مریدین جو قرآن مجید چھپوائیں تو یہ آیت بھی متن میں درج نہ کریں حاشیہ پر لکھ دیں تاکہ قول کی نوبت نہ آئے مگر بلحاظ انجار خداوندی عقیدہ ضرور رکھنا ہوگا ورنہ یہ کہنا ہوگا کہ خدا نے غلط کہا ہے۔

لطیفہ | علامہ عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل والنحل میں لکھا ہے کہ شیعہ میں ایک گروہ ایسا گزرا ہے جن کا عقیدہ تھا کہ جبرائیل نے خیانت سے نبوت علی کی محمد کو دیدی۔ اس خیانت مجرمانہ پر علامہ موصوف لکھتے ہیں فکفروہ یعنی اس فرقہ رافضہ نے اس پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے نزدیک رسول کو بشر کہنا جب کفر ہوا تو اب منطقی شکل کا صغریٰ کبریٰ یوں بنے گا۔

صغریٰ | خدا نے رسول کو بشر کہا۔

کبریٰ | جو رسول کو بشر کہے وہ کافر ہے۔

نتیجہ | اگر گویم زباں سوزد۔

مختصر یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام نوع بشر سے تھے اور مخاطبین الٰہی اور مقبولان بارگاہ تھے۔ خدا کی وحی سے بولتے تھے۔ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ان کی شان میں نازل ہوا۔ چونکہ یہ عقیدہ ہر مسلم بلکہ غیر مسلم میں بھی متفقہ ہے۔ اس لئے ہم اس کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ بلکہ گروہ غالیہ کی توہمات کا ذکر کرکے جوابات دیتے ہیں۔ بلکہ اس کے دوسرے فروعات پر توجہ کرتے ہیں۔

توہمات اور ان کے جوابات

ہم شروع میں کہہ آئے ہیں کہ رسالت کے متعلق غلو کرنے والے غالی گروہ ہیں اور قرآن مجید نے لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ کا ارشاد فرمایا

گروہ غالیہ بھی اپنے غلو کی سند قرآن مجید سے دیتے ہیں جو دراصل ان کا استدلال نہیں بلکہ توہم ہے۔ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو ارشاد ہے وہ ہمارے دعوے کی دلیل ہے۔ جو آیت وہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے :۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ ۹ ع ۱۶)

کہتے ہیں کہ اس آیت میں نبی کے فعل رمیٰ کو خدا نے اپنا فعل قرار دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا اور نبی ایک ہیں؟

جواب ۲ | یہ شبہ حقیقۃً قرآن مجید کی اصطلاحات اور اسلوب بیان سے ناواقفیت یا تعصب مذہبی پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فعل کا صیغہ جیسے کسی کام کی ابتدا پر بولا جاتا ہے اسی طرح اس کی تکمیل پر بھی وہی صیغہ بولا جاتا ہے۔ اسی آیت کے پہلے الفاظ اس وہم کے دور کرنے کو کافی ہیں۔ ارشاد ہے :۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ یعنی تم مسلمانوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو قتل کیا۔ یعنی تمہارے فعل قتل کی تکمیل خدا نے کی۔ یہ بالکل صحیح ہے بقول طائفہ غالیہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام بھی خدا کی ذات سے متحد ہوگئے ہوں کیونکہ اُن کے فعل قتل کو خدا نے اپنی ذات کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہمارے دعوے کی دوسری دلیل وہ آیت ہے جسکے الفاظ یہ ہیں :۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (پ ۲۷ ع ۱۵)

یعنی اے کھیتی کرنے والے زمیندارو! بتاؤ کہ جو کھیتی باڑی تم کرتے ہو اس کی زراعت تم کرتے ہو یا ہم کرتے ہو؟ حرث اور زراعت دونو مترادف لفظ ہیں۔ مقام غور ہے کہ جس فعل "حرث" کو مخاطبوں کی طرف منسوب کیا ہے پھر اسی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کردیا۔ پھر کیا زراعت پیشہ زمیندار عبداللہ، رام دتا اور نتھا سنگھ وغیرہ سب خدا کے ساتھ متحد ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ وہی اصول ہے کہ انسان کسی فعل کی ابتدا کرتا ہے اس کی اتنی ہی طاقت ہے کہ کام کی ابتدا کرسکے۔ تکمیل خدا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت جب آنحضرت نے مٹھی بھر کر کنکریاں پھینکیں تو کفار کی آنکھوں میں پہنچا دینا خدائی فعل تھا۔ اسی لئے فرمایا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى یعنی خدا نے وہ کنکریاں انکی آنکھوں

میں پہنچائیں۔

بیرونی قرائن سے قطع نظر خود اسی آیت وَمَا رَمَيْتَ (الآیہ) پر غور سے نظر کی جائے تو طائفہ غالیہ کا جواب کافی مل سکتا ہے۔ آیت کے سارے لفظوں پر غور کیجئے۔ مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ۔ اذ رمیت میں اثبات ہے اس امر کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکریاں ماریں۔ اس سے پہلے رمیت کے ساتھ نفی ہے۔ پس اگر یہ نفی اور اثبات ایک ہی چیز کے متعلق ہیں تو یہ صریح اختلاف ہے۔ جو قرآن مجید کی شان کے خلاف ہے۔ ہاں ہمارے پیش کردہ اصول کے مطابق معنی آیت کے یہ ہیں۔

اے نبی! جب تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تم نے ان کو کفار کی آنکھوں تک نہیں پہنچایا۔ بلکہ خدا نے پہنچا کر اس فعل کی تکمیل کی۔

یہ بالکل صحیح ہے۔ جیسے لم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم۔ اس سے قبل کی آیت اپنے معنی میں صحیح ہے۔ مختصر یہ ہے کہ طائفہ غالیہ کے استدلال پر ہماری طرف سے نقض اجمالی یہ ہے کہ ان کے استدلال سے نہ صرف ذات رسالت ذات خدا سے متحد ہوئی بلکہ تمام مسلمانان بلکہ جمیع زمینداران (نتھا سنگھ اور رام دتا) کا بھی خدا کے ساتھ متحد ہونا لازم آئیگا۔ اور یہ بالکل وہی سناتن دھرمی عقیدہ ہے جسکو وہ ان لفظوں میں بیان کیا کرتے ہیں سے

رام راجہ رام پرجہ رام ساہوکار ہے ÷ بسے نگری جیوے راجہ دھرم کا اوپکار ہے

دوسرا وہم ۲ | طائفہ غالیہ اپنے عقیدہ پر ایک اور آیت پیش کیا کرتے ہیں۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

(پ ۲۶ ع ۹)

اے رسول جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

کہتے ہیں کہ اللہ نے رسول کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا تو وحدت ثابت ہوگئی۔

جواب ۲ | یہ دلیل بھی قرآن مجید کی اصطلاحات نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔ قرآن شریف کی

اصطلاح میں رسولوں کے ساتھ معاملہ کرنا تصدیق ہو یا تکذیب وہ خدا کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔ مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ط

جس نے رسول کا کہا مانا پس اُس نے خدا کا مانا

نیز فرمایا:۔ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ط

اے نبی کفار تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ اللہ کی کرتے ہیں۔

یعنی دراصل معاملہ خدا سے ہے۔

اس آیت کو بخوبی سمجھانے کے لئے ہم ایک دوسری آیت پیش کرتے ہیں جو گروہ غالیہ کے تمام شبہات دور کرنے کے لئے کافی ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں:۔

مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ الآیہ (پ ۴ ع ۶)

یعنی حضرت محمد (بن عبداللہ) اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ بھلا اگر وہ مرجائیں یا قتل کئے جائیں تو تم لوگ دین سے پھر جاؤ گے اس آیت میں آنحضرت کو محل موت قرار دیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر صحیح بخاری میں یوں ملتی ہے۔ جب آنحضرت علیہ السلام کا انتقال ہوا تو از راہ محبت صحابہ میں اضطراب پیدا ہوا جو ہونا لازمی تھا۔ اس موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں خطبہ پڑھا جس میں یہ الفاظ بھی تھے:۔

من کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ تعالیٰ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ الآیہ

جو شخص تم میں سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا (وہ نہ کرے) کیونکہ محمد (صلعم) فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا (وہ کرتا رہے) کیونکہ اللہ زندہ ہے (وہ کبھی) نہیں مرے گا۔ اللہ تعالےٰ (قرآن مجید میں) فرماتا ہے محمد ایک رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے بھی

کئی رسول گزر چکے ہیں"

یہ آئت اور روائت رسالت اور الوہیت میں تقابل موت اور حیات کا بتا رہی ہے، یعنی ذات رسالت کو محل موت اور خدا کی ذات کو دائم الحیات ثابت کرتی ہیں۔ یہی معنی ہیں ارشاد الٰہی کے هُوَ الْحَيُّ لَا إِلٰهَ هُوَ وہی اللہ دائم زندہ ہے اور کوئی نہیں"۔

وہم نمبر ۳ | طائفہ غالیہ کی طرف سے یہ آئت بھی پیش کی جاتی ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

یعنی ایمان والو اللہ کا کہا مانو اور رسول کا جب وہ تمہیں بلائے اس کام کے لئے جو تمہیں روحانی زندگی بخشے۔

اس آیت سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ دَعَا صیغہ مفرد ہے حالانکہ اس کا مرجع تثنیہ (اللہ اور رسول) ہے اس مفرد صیغہ سے ثابت کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ایک ہیں۔

جواب نمبر ۳ | یہ بھی ایک وہم اور عدم فہم قرآن ہے۔ دَعَا کی ضمیر صرف رسول کی طرف ہے۔ مضمون آیت کا یہ ہے کہ اللہ تو بذات خود استجابت کا حقدار ہے۔ اس کے لئے اذا دعاکم لما یحییکم کی شرط اس میں نہیں۔ رسول کی دو حیثیتیں ہیں۔ پہلی بشریت کی ۔ دوسری رسالت کی۔ اس لئے رسول کی استجابت کے لئے اذا دعاکم لما یحییکم کی شرط لگائی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی بات ہر حال میں مانو۔ اور رسول کا وہ حکم تم پر واجب العمل ہے جو رسالت کی حیثیت میں ہو۔ اس کی منطقی اصطلاح سمجھنا اور سمجھانا بالکل آسان ہے۔ استجیبو للہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور استجیبو للرسول قضیہ مشروطہ عامہ ہے۔ فافہم ولا تکن من القاصرین۔

چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے :۔

جب میں تم کو دین کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب دنیا کا کوئی کام بتاؤں تو تمہیں اختیار ہے کیونکہ تم دنیا کے کام مجھ سے اچھے جانتے ہو"۔ (مشکوٰۃ)

بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوئیں تو آنحضرت نے اس کو مغیث کے ساتھ نکاح رکھنے کی بابت فرمایا اُس نے عرض کیا حضور آپ حکم فرماتے ہیں یا مشورہ دیتے ہیں حضور نے فرمایا مشورہ دیتا ہوں۔ بریرہ نے عرض کیا حضور میں اس مشورہ پر عمل نہیں کر سکتی"۔ (مشکوٰۃ)

بریرہ اور آنحضرت کے اس مکالمہ سے صاف ثابت ہے کہ جو تشریح ہم نے آیت موصوفہ کی کی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اگر وہ معنی ہوتے جو غالیہ کہتے ہیں تو بریرہ کی یہ عرض معروض نہ صرف بے جا ہوتی بلکہ موجب عذاب اور باعث عتاب ہوتی۔

وہم نمبر ۴ | غالیہ کی طرف سے اللہ رسول کی وحدت پر یہ آیت بھی پیش ہوتی ہے

وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ (پ ۱۰ ع ۱۴)

کہتے ہیں کہ اس آئت میں بھی مرجع (اللہ اور رسول) تثنیہ ہے۔ ضمیر (ہُ) مفرد ہے ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول ایک ہیں۔

جواب نمبر ۴ | اس آیت کے سمجھنے میں بھی وہم کا اثر ہے۔ علم نحو کے مطابق تقدیر کلام پاک یوں ہے :۔

واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ

آیت موصوفہ میں دراصل دو جملے ہیں اَحَقُّ پہلے جملہ میں اللہ کی خبر ہے۔ دوسرے میں بھی محذوف منوی ہو کر رسول کی خبر ہے۔ اس آیت کی مثال ہم دوسری آیت پیش کرتے ہیں :۔ ان اللہ بریءٌ من المشرکین ورسولہ.

اس آیت میں بھی بریءٌ رسولہ کی خبر ہے جو محذوف منوی ہے۔ بلکہ اگر اسی آیت (پیش کردہ طائفہ غالیہ) پر غور کیا جائے تو وہم دور ہو سکتا ہے۔ اس طرح کہ رسول مرکب اضافی ہے۔ مرکب اضافی میں مضاف اور مضاف الیہ الگ الگ ہوتے ہیں خاصکر اُس صورت میں جس میں مضاف بذاتہٖ ذو اضافت لفظ ہو۔ جیسے ابن اور رسول وغیرہ۔ ورنہ اضافت الشئی الی نفسہٖ لازم آئیگی۔

پس ثابت ہوا کہ غالیہ کا وہم مضمون آیت سے بالکل بعید ہے۔

آسان راستہ کون مسلمان نہیں جانتا کہ نماز کے قعدہ میں کلمہ شہادت کے یہ الفاظ ہر مسلمان کے منہ سے نکلتے ہیں جن کو وہ راہ نجات سمجھتا ہے۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

پہلا حصہ الوہیت کا ہے دوسرا رسالت کا۔ رسالت کے ساتھ عبدیت کو بھی جوڑ دیا گیا ہے۔ عبد اور مالک میں جو فرق ہے وہ سب جانتے ہیں پس معنی اس کلمہ شریف کے یہ ہیں کہ جملہ صفات الوہیت خدا کی ذات سے مخصوص ہیں اور جملہ صفات عبدیت حضرت محمد بن عبداللہ میں موجود ہیں پھر الوہیت سے رسالت کی وحدت کیسے۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد واصحاب محمد و بارک وسلم۔

تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد۔ قبل نبوت حصہ زیر بحث نہیں ہے۔ اس میں گروہ عادلہ و غالیہ غالباً دونوں متفق ہونگے کہ آنحضرت بشر تھے۔ طائفہ غالیہ کو غلطی بعد نبوت کے حصے میں لگی ہے اس تکمیل میں مختصر طور پر ہم ان کے شبہ کا ازالہ کرتے ہیں۔ پس غور سے سنیں۔ نبوت کی ابتدا نزول قرآن سے ہوگی۔ نزول قرآن کے لئے یہ الفاظ ہیں :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ (پ ۱۵ ع ۱۳)

سب تعریفیں خدا کے لئے مخصوص ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ابتداء نبوت کے وقت آنحضرت کو اپنے بندے کے لقب سے ملقب کیا ہے جو بشر کی حدود میں اعلیٰ بشر ہوتا ہے۔ بعد نبوت شب معراج میں جو قرب خداوندی حضور کو حاصل ہوا وہ سب قربوں سے بلند تر تھا۔ اس میں ارشاد ہے :-

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً (پ ۱۵ ع ۱) پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرائی۔

باوجود شب معراج میں اعلیٰ قرب ہونے کے عبد سے زیادہ نہیں کہا گیا۔ کیونکہ اس سے اوپر بشر کے لئے کوئی درجہ نہیں۔ ملاحظہ ہو انبیاء علیہم السلام کے حق میں ارشاد خداوندی

وَاذْکُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ پ ۲۳ ع

(خدا فرماتا ہے) ہمارے بندوں ابراہیم اسحاق اور یعقوب کے احوال سنا جو بڑی بینائی اور معرفت خداوندی رکھتے تھے۔" اللھم صل علیھم اجمعین۔

وہم پنجم اس وہم کی بنا اس حدیث پر ہے جس میں آنحضرت کی دعا کے الفاظ یوں آئے ہیں :-

اللّٰھم اجعل فی قلبی نوراً و فی بصری نوراً و فی سمعی نوراً و عن یمینی نوراً و عن یساری نوراً و فوقی نوراً و تحتی نوراً و امامی نوراً و خلفی نوراً و اجعل لی نوراً و فی لسانی نوراً و عصبی نوراً و لحمی نوراً و دمی نوراً و شعری نوراً و بشری نوراً و اجعل فی نفسی نوراً و اعظم لی نوراً اللّٰھم اعطنی نوراً۔

(ترجمہ) اے اللہ کر میرے دل میں نور اور میری آنکھ میں نور اور میرے کان میں نور اور میرے داہنے نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور پیدا کر میرے واسطے نور اور میری زبان میں نور اور میرے پٹھوں میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بالوں میں نور اور میرے بدن میں نور اور کر میری جان میں نور اور بڑا کر واسطے میرے نور اے اللہ اور بخش مجھ کو نور۔"

اس دعا سے یوں استدلال کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرت بلحاظ قبولیت دعا کے نور ہی نور ہو گئے تو بشریت کہاں رہی۔

اسی کو کہتے ہیں الغریق یتشبث بالحشیش۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو آنحضرت نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا ہے وہی سب مسلمانوں کو دینے کا خدا نے وعدہ فرمایا۔ قرآن مجید ملاحظہ ہو۔ یَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ (پ ۲۷ ع ۲۰) خدا تم کو نور دیگا جس کے ساتھ تم چلو گے۔ جب خدا نے مسلمانوں کو خاصکر پہلے طبقہ کو حسب وعدہ نور بخشا تو وہ سب نور میں مل کر ایک ہو گئے؟ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم۔ اسی لئے مولانا حالی مرحوم نے طائفہ غالیہ کا گلہ کیا ہے۔

تصویر طائفہ غالیہ کی تصویر مولانا حالی مرحوم نے خوب دکھائی ہے ؎

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں ۔ اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں ۔ شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

معذرت آنحضرت بلکہ انبیاء کرام اپنے باپوں کی اولاد اور اپنی اولادوں کے باپ تھے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ ان کی بشریت بدیہی ہے۔ اور اہل منطق کہا کرتے ہیں کہ بدیہی کسی علم کا مسئلہ نہیں ہوتا اور نہ اسکے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ پھر ہم نے اتنے دلائل کیوں دیئے۔ ممکن ہے کوئی منطقی اہل علم ہمارے فعل کو عبث قرار دے کر ہمیں مورد عتاب ٹھیرائے اور یہ کہے کہ آپنے اصول ؎ "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کو ملحوظ نہیں رکھا تو ایسے اہل علم کی خدمت میں ہماری معذرت ہے کہ بدیہی کو اہل غباوت جب پردہ جہالت میں اس درجے تک چھپا دیں جس کا اظہار مولانا حالی نے بڑے درد دل سے کیا ہے تو اس پر تنبیہ کا لانا لازم ہے۔ اساطین منطق نے اس کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ خدا کی ہستی کا ثبوت اجلے بدیہیات سے ہیں۔ مگر چونکہ دہریہ غالیہ منکر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے تنبیہات کا بیان کرنا جائز ہے۔ اسی طرح ہم نے کیا۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

طائفہ غالیہ کی بلند پروازی یہاں تک تو ہم الوہیت اور رسالت کا ذکر کرتے آئے ہیں۔ اب ہم بتلاتے ہیں کہ غالیہ کا ایک گروہ اس سے بھی ترقی کر گیا۔ اس کی تعریف اور تعارف ہم نہیں کرا سکتے۔ ان کے عقیدہ کے الفاظ ہی نقل کر دیتے ہیں۔ جو یہ ہیں:-

"عقائد قادریہ این است"

اول محی الدین	آخر محی الدین	ظاہر محی الدین
باطن محی الدین	حاضر محی الدین	ناظر محی الدین
قادر محی الدین	میراں محی الدین	شنوا محی الدین

بینا محی الدین	گویا محی الدین	زندہ محی الدین
ذات محی الدین	صفات محی الدین	صورت محی الدین
معنے محی الدین	جان محی الدین	جہان محی الدین
اینجہان محی الدین	آنجہان محی الدین	ہردم محی الدین
بے بجی محی الدین	ہوسی محی الدین	المحی الدین
ہو المحی الدین	یا محیی	یا محیی
یا محی	فَسَیَکۡفِیۡکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیۡعُ	

رسالہ درود شریف کبریت احمر۔ مصنفہ میاں صاحب سید محی الدین شاہ سجادہ نشین بٹالہ (پنجاب)

دوستو! اگر یہی اسلام کی تعلیم ہے تو یہ تعلیم تو اسلام سے قبل عرب، ہند وغیرہ سارے ممالک میں جاری ساری تھی۔

ناظرین! ہم نے یہ الفاظ جواب دینے کو نقل نہیں کئے۔ بلکہ اس لئے نقل کئے ہیں کہ امت مسلمہ کے افراد غور کریں کہ اسلام کا کیا حال ہو رہا ہے۔ آہ! ؎

فلیبک علی الاسلام من کان باکیا
(جو رونا چاہے وہ اسلام کی حالت پر روئے)

انا للہ وانا الیہ راجعون

علم غیب

مسئلہ علم غیب بھی مسلم فرقوں میں متفق علیہ ہے۔ قبل اس کے کہ اسکے دلائل بیان کریں۔ موضوع مسئلے کا بتانا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کے علم غیب کا ذکر جن لفظوں میں کیا گیا ہے۔ اُن کو سامنے رکھنا لازم ہے تاکہ موضوع مسئلہ سامنے آجائے۔ ارشاد ہے :-

عِندَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (پ ۷ - ع ۱۳)

یعنی علم غیب کے خزانے خدا ہی کے پاس ہیں اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا اس (خدا) کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ جنگلوں اور سمندروں کی چیزوں کو بھی جانتا ہے کوئی پتا بھی گرے اس کو بھی جانتا ہے کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں ہو اسکو بھی جانتا ہے کوئی پتا تر ہو یا خشک اس کے روشن علم میں ہو کر لوح محفوظ میں ہے۔

اس کے علاوہ ارشاد ہے :-

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (پ ۳ ع ۱) خدا تعالیٰ مخلوق کے آگے کی چیزیں اور واقعات اور پیچھے کی سب جانتا ہے اور انسان بلکہ جملہ مخلوقات اس کے علم سے اسی قدر جان سکتے ہیں جتنا وہ چاہے۔

اس آیت کی تفسیر بتانے کے لئے بطور مثال ایک چیونٹی کو سامنے رکھ لو۔ اسکے اعضاء کو دیکھو اس کی ٹانگیں کتنی ہیں، آنکھیں کس مقدار میں ہیں، دل جگر پھیپھڑا کس قدر ہے اس کے توالد تناسل کا کیا انتظام ہے، اسکی نانی دادی کون تھی۔ ما خلفھم کو سامنے رکھ کر پیچھے کو چلے جاؤ۔ جملہ اسکے حسب و نسب ددیال نہیال کو سوچو، اس کے

ما بین ایدیھم کو سامنے رکھ کر سوچو کہ اس کی بیٹی کون ہوگی، اس کی پوتی کون ہوگی پھر کون ہوگی۔ تا فنائے دنیا اسی طرح مزروعہ زمین میں سے ایک گز بھر زمین سامنے رکھ لو اور سوچو کہ آج اس میں کتنی بالیں ہیں، اس میں کتنے دانے ہیں۔ ما خلفھم کو سامنے رکھ کر پیچھے کو چلے جاؤ۔ سوچو کہ پچھلے موسم میں اتنی زمین میں کیا پیدا ہوا تھا، اس سے پہلے کیا تھا تا ابتدائے آفرینش۔ اسی طرح ما بین ایدیھم کو سامنے رکھو اور سوچو کہ آئندہ موسم میں اس میں کیا پیدا ہوگا، اسکے بعد کیا ہوگا، پھر کیا ہوگا تا فنائے دنیا

اسی طرح ہر جاندار سے برتاؤ کرو۔ آج سائنس کی تحقیق ہے کہ ایک انچ بھر مربع ہوا اور پانی میں دس دس کروڑ کیڑے چلتے پھرتے ہیں۔ ان سب کا علم اور آن کے پہلوں اور پچھلوں کا علم یہ سب خاصۂ خداوندی ہے۔ یہ چند مثالیں بطور تمثیل کے بیان کی ہیں ورنہ ہم اس کی تفصیل سے قاصر ہیں۔ کلام اللہ ہمارے قصور علم کو خود ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (پ ۲۹ ع ۱۵)

خدا کی مخلوق کو خدا ہی جانتا ہے۔

ان سب کائنات گذشتہ اور آئندہ کو جاننا علم غیب خداوندی کہلاتا ہے۔ یہ مسئلہ علم غیب موضوع ہے جس کا سمجھنا ضروری ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ ہمارا عقیدہ ہے کہ علم غیب، خاصۂ خداوندی ہے۔ کوئی نبی کوئی ولی کوئی فرشتہ اس صفت سے موصوف نہیں جو شخص کسی نبی یا ولی کو علم غیب سے موصوف سمجھے۔ قرآن و حدیث کی تصریحات کی رو سے وہ شخص منکر قرآن ہے اور منکر حدیث اور حسب فتویٰ فقہائے حنفیہ کافر ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اُنکے حق میں علم غیب کی نفی دو طرح سے کرائی ہے۔ منطقی اصطلاح میں قیاس (استدلال) دو طرح کا ہوتا ہے ایک اقترانی اور دوسرا استثنائی۔ قیاس اقترانی کی صورت یہ ہے :-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ

(پ ۷ ع ۱۴) یعنی اے ہمارے رسول دنیا کے لوگوں کو کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ

اللہ کے خزانے میرے پاس ہیں نہ میں غیب جانتا ہوں نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں"

یہ بیان قیاس اقترانی کی صورت میں آنحضرت سے صاف علم غیب کی نفی کرتا ہے یہ نہیں کہ آپ نے اپنی طرف سے بطور تواضع کے نفی کی ہو بلکہ ارشاد خداوندی کے ماتحت اعلان نفی ہے۔ کسی کلمہ گو کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس آیت کو سن کر سمجھ کر آنحضرت کے حق میں بجائے نفی غیب کے اثبات علم غیب کا عقیدہ رکھے۔ اگر ایسا کرے گا تو وہ سمجھ لے کہ وہ ان لوگوں میں ہو جائیگا جن کا قول قرآن شریف میں مذکور ہے کہ انہوں نے کلام اللہ سن کر کہا تھا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ہم نے سن لیا اور نہیں مانا۔

ناظرین کرام! کس قدر صفائی سے بیان ہے کہ میں غیب نہیں جانتا۔ کون کہتا ہے؟ صادق مصدوق خدا کا رسول بلکہ سید الرسل علیہم السلام کون کہلاتا ہے خدائے علام الغیوب حی قیوم جل مجدہ۔ اللهم آمنا بك وبكلامك وبرسولك فاكتبنا مع الشاهدين۔

طلبائے مدارس عربیہ منتظر ہونگے کہ آیت مذکورہ میں قیاس اقترانی کیونکر بن سکتا ہے۔ پس وہ سنیں اور غور کریں۔ صورت قیاس یہ ہے۔ لا اعلم الغيب۔ (دعویٰ) لانی بشر۔ (صغریٰ) وکل بشر لا یعلم الغیب۔ نتیجہ وہی جو بصورت دعویٰ مذکور ہے۔

قیاس استثنائی ہم نے ذکر کیا ہے کہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلعم سے علم غیب کی نفی کرنے میں قیاس استثنائی سے بھی کام لیا ہے جو اہل منطق کے نزدیک اعلیٰ درجے کی دلیل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

اہل علم جانتے ہیں کہ لَوْ کا استعمال لانتفاء التالی لانتفاء المقدم ہوتا ہے۔ یعنی اس میں سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ پہلا حصہ کلام کا واقعہ نہیں۔ اس لئے دوسرا بھی نہیں۔ عرب کا شاعر کہتا ہے ؎ لو کنت من مازن لم تستبح ابلی

اگر (میں) قبیلہ مازن سے ہوتا تو میرے اونٹ چھینے نہ جاتے۔ مطلب شاعر کا یہ ہے کہ قبیلہ مازن چونکہ زبردست اور باغیرت ہے اس لئے وہ اپنے کسی آدمی پر ایسا ظلم نہیں ہونے دیتے۔ پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں۔ اگر میں غیب جانتا تو مجھے کسی طرح تکلیف نہ پہنچتی اور میں ہر قسم کی بھلائی اپنے لئے جمع کر لیتا۔

اس آیت میں لو کنت اعلم الغيب باصطلاح اہل منطق مقدم ہے۔ اس کا اگلا حصہ تالی ہے۔ یہ تالی دو جزؤں سے مرکب ہے۔ پہلا جزء لاستكثرت مثبت ہے۔ دوسرا جزء ما مسنی السوء منفی ہے۔ بقاعدہ علوم عربیہ اور حسب قانون منطق مثبت منفی ہوگا اور منفی مثبت۔ پس معنی یہ ہوئے کہ چونکہ میں علم غیب نہیں جانتا اس لئے میں اپنے لئے بہت سی بھلائی جمع نہیں کر سکا۔ اور مجھے تکلیف بھی ہوئی اور ہوتی ہے۔

پس قیاس استثنائی کی صورت یہ ہوگی :-

لو كنت اعلم الغيب	(مقدم)
لاستكثرت الخ	(تالی)
لكن لم استكثر۔ الخ	(رفع تالی)

نتیجہ رفع مقدم

لان رفع التالی ینتج رفع المقدم۔

اسی مضمون کی تائید وہ حدیث ہے جو واقعہ حدیبیہ میں حضور نے ارشاد فرمائی۔ جب کفار نے عمرہ کرنے اور داخلہ مکہ شریف سے روک دیا۔ آپ نے فرمایا :-

لو استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الهدی (بخاری)

اگر میں (رسول) پہلے (بوقت روانگی از مدینہ) جانتا جو بعد میں مکہ شریف آکر مجھے معلوم ہوا تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا۔

یہ حدیث بھی آیت مرقومہ کی طرح قیاس استثنائی ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قبل وقوعہ حضور کو علم نہ تھا کہ آگے چل کر کیا پیش آئیگا۔

(نوٹ) ہم نے اس آیت اور حدیث کا مطلب منطقی اصطلاح میں اس لئے بیان

کیاہے کہ ہمارے مخاطب کہا کرتے ہیں کہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے نہ وہبی کی۔ ہم تو علم وہبی کے قائل ہیں نہ کہ ذاتی کے۔ منطقی اصطلاح جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ یہ عذر غلط ہے۔ کیونکہ جس حصے (استکثار خیر اور عدم مس سوء) کو اس مقدم کی تالی خدا نے بنایا ہے وہ ذاتی علم سے مخصوص نہیں بلکہ وہبی عطائی اور کسبی کو بھی شامل ہے۔ مثلاً ایک شخص خود اسٹیشن امرتسر پر جاکر دیکھے کہ وہاں شیر پھر رہا ہے تو وہ دوبارہ اس راستے نہیں جائیگا۔ یہ اس کا علم ذاتی ہے۔ دوسرا شخص کسی معتبر شخص سے یہ خبر سُن لے تو وہ بھی نہیں جائیگا۔ جس طرح شیر سے بچنا علم ذاتی اور سماعی دونو پر متفرع ہے۔ اسی طرح استکثار خیر اور عدم مس سوء دونوں صورتوں کو لازم ہے۔ قرآن مجید کی بلاغت اور اس کے دقائق پر بھی نظر کی جائے تو اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں کہ یہ عذر مدعیان علم غیب کا خدائی علم میں عذر لنگ تھا۔ اسی لئے اس کا جواب اس نے خود ہی دیدیا۔ کیونکہ قرآن مجید میں لو کنت اعلم الغیب کے الفاظ ہیں جو دونوں قسم کے علم غیب کو شامل ہیں۔

مزید تفصیل | اب ہم مزید تفصیل کے لئے کچھ اور بھی عرض کرتے ہیں۔ آیت موصوفہ لو کنت اعلم الغیب الآیہ قضیہ مرکبہ کو انفکاک ترکیب کی شکل میں دکھاتے ہیں۔

(اول) لو کنت اعلم الغیب علماً ذاتیاً لاستکثرت من الخیر

یہ قضیہ بالکل صحیح اور مسلم فریقین ہے۔

(دوم) لو کنت اعلم الغیب علماً وھبیاً لاستکثرت من الخیر۔

بھی بالکل صحیح اور مسلم فریقین ہونا چاہئے۔ کیونکہ استکثار خیر علم پر متفرع ہے جس میں ذاتی اور وہبی کی کوئی تفریق نہیں۔ پس ثابت ہُوا کہ قضیہ شرطیہ مذکورہ کی تالی دونو صورتوں کو لازم ہے۔ اسی لئے عالم الغیب منزل قرآن جل مجدہ نے بصیغہ فعل مضارع بیان فرمایا۔ جو دونو قسم کے علموں کو شامل ہے۔

تفہیم عام | یہاں تک تو ہمارا روئے سخن طلبائے مدارس عربیہ کی طرف تھا۔ اب ہم عوام کی تفہیم کے لئے کچھ عرض کرتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ باتباع قرآن و حدیث یہ ہے کہ

آنحضرت علم غیب نہیں جانتے تھے۔ اس کا ثبوت قرآن مجید کے الفاظ میں صاف ملتا ہے کہ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (پ ع ۱۱) میں غیب نہیں جانتا۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ کیونکہ تکلیف پہنچنے سے پہلے مجھے علم ہوتا اور میں اس سے بچ جاتا۔ حالانکہ تکلیف پہنچی، سر مبارک میں زخم آیا، دانت مبارک شہید ہوئے، دشمن نے کھانے میں زہر ملادیا۔ جس کا اثر بھی ہُوا۔

مثال | کسی عالم، فاضل، محدث، فقیہ کے سامنے کوئی شخص انگریزی چٹھی پیش کرکے سوال کرے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ اور جواب میں مولوی صاحب فرمائیں کہ میں انگریزی نہیں جانتا۔ اب کیا مولوی صاحب کے کسی معتقد کا حق ہے کہ وہ مولوی صاحب کے اس کلام کی تشریح یوں کرے کہ مولوی صاحب بڑے انگریزی کے عالم ہیں اور مولوی صاحب کا انکار ان معنی میں ہے کہ میں پیدائشی انگریز نہیں ہوں۔ یہ نہیں کہ میں انگریزی جانتا ہی نہیں۔

ناظرین کرام! | ایسا اعتقاد اور یہ تشریح کسی طرح صحیح ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ الی اللہ المشتکی!

قرآن شریف اور حدیث شریف سے ہم نے اپنے دعوے کا بالوضاحت ثبوت دیدیا۔

جوابات توہمات

ہم نے اپنے دعوے کا ثبوت قرآن کی آیات صریحہ و احادیث صحیحہ سے دیدیا۔ اثبات دعویٰ کے بعد ضرورت ہے کہ طائفہ غالیہ کے توہمات کا ازالہ بھی کیا جائے۔ طائفہ غالیہ جو آنحضرتؐ کے حق میں علم غیب کے قائل ہیں وہ نصوص صریحہ کے مقابلہ میں غیر صریحہ محتملہ کو پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ طریق انصاف اور قاعدہ علم کلام یہ ہے کہ محتمل کو مصرح کے ماتحت کیا جاتا ہے۔ مگر یہ گروہ مصرحہ کو محتمل کے نیچے لاکر اپنے توہمات کو ثابت کرتا ہے۔ نفی علم غیب رسالت کی آیات صریحہ بکثرت ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ ہم نے لکھ دی ہیں۔ اب ہم طائفہ غالیہ کی سرد فرد دلیل کو لکھ کر جواب دیتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وہم اول | عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے :-

" خدا عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں کو اطلاع دیتا ہے "
اس آیت کو اس لئے پیش کیا جاتا ہے کہ اس میں اظہار غیب کے لئے رسولوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔ تو ثابت کرتے ہیں کہ رسولوں کو علم غیب کی اطلاع ہوتی ہے۔

جواب | قرآن مجید میں ماسوی اللہ سے علم کی نفی کر کے دو طرح کا استثنےٰ کیا ہے ملاحظہ ہو

نمبر اول | لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (پ۳ ع ۱)

نمبر دوم | عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (پ ۲۹ ع ۱۱)

پہلی آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

" تمام لوگ اللہ کے علم سے کچھ نہیں جان سکتے مگر جس قدر وہ چاہے "

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے :-

" خدا عالم الغیب اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو مطلع کرتا ہے تو اس غیب کی حفاظت کے لئے آگے پیچھے محافظ بھیجتا ہے تاکہ خدا (علم ظہور کے طور پر) جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دئیے ہر چیز کو خدا نے علمی احاطہ کیا ہوا اور گنا ہوا ہے "

پہلی آیت میں مستثنیٰ مفعول ثانی یعنی علم ہے۔ دوسری میں مستثنیٰ مفعول اول یعنی رسول ہے اور غیب منوی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان دونو آیتوں میں غیب (مستثنیٰ) سے کیا مراد ہے۔ اس کی تحقیق ہو جانے سے آیت موصوفہ کے معنیٰ صاف سمجھ میں آ سکتے ہیں۔
پس سنئے کہ پہلی آیت مؤمن، کافر، بالغ نابالغ سب کو شامل ہے۔
مضمون اس آیت کا یہ ہے کہ جس قدر علوم دنیا کے لوگوں کو حاصل ہوئے یا ہو رہے ہیں، عام اس سے کہ عقلی ہوں یا صنعتی۔ اس کے جاننے والے مومن ہوں یا کافر،

وہ سب اِلَّا بِمَا شَاءَ کے ماتحت خدا کے بتائے ہوئے ہیں۔ ان علوم کے جاننے والوں کی تخصیص نبوت یا رسالت بلکہ ایمان یا کفر سے بھی نہیں ہے۔ اسکو ملحوظ رکھ کر دوسری آیت کی تفسیر سنئے۔ دوسری آیت میں غیب سے مراد "وحی الٰہی" ہے۔ جو انبیاء کرام پر اُترا کرتی ہے۔ مضمون آیت موصوفہ کا یہ ہے کہ

علوم شرعیہ یعنی احکام متعلقہ عقائد و فرائض وغیرہ پر خدا اپنے نبیوں کو وحی کے ذریعہ مطلع کرتا ہے کسی اور کو نہیں؛

چنانچہ ایک اور آیت اِن معنی کی صاف تصریح کرتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-
مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (پ ۴ ع ۸)

یعنی خدا ایسا نہیں کریگا کہ تمہیں غیب پر اطلاع دے لیکن اللہ اپنے رسولوں کو اس کام (اطلاع علی الغیب) کے لئے چُن لیتا ہے۔ پس تم اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاؤ "

ناظرین متدبرین! | غور و تدبر سے کام لیں تو مسئلہ بالکل صاف ہو جاتا ہے صرف اتنی بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ پہلی آیت میں مستثنیٰ مطلعین علی العلم عام ہیں چاہے مومن ہوں یا کافر خدا کے قائل ہوں یا منکر۔ دوسری آیت رسولوں سے مخصوص ہے پھر یہ استثناء اگر ایک ہی قسم کا ہو تو یہ صریح تناقض ہے۔ کیونکہ ان دو استثناؤں کے قضایا یوں ہونگے :-

(۱) اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان کو (مومن ہو یا کافر) جتنا چاہے اپنے علم سے مستفیض کر دیتا ہے
(۲) اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے علم سے مستفیض نہیں کرتا بلکہ خاص رسولوں کو کرتا ہے۔

یہ دو قضایا صریح متناقض ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ان دونو آیتوں پر غور کر کے اس تناقض کو رفع کریں نہ یہ کہ کوشش کر کے تناقض پیدا کریں۔
پس ہماری کوشش یہ ہے کہ سورہ جن کی آیت الا من ارتضیٰ میں جس غیب کی اطلاع کا ذکر ہے اس غیب سے مراد وہ ہے جو انبیاء کرام پر بصورت وحی نازل ہو

خواہ بصیغہ حکم ہو۔ جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ[۵۱] خواہ بصورت خبر ہو جیسے غُلِبَتِ[۵۲] الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ ھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ (پ ۲۱ ع ۲)

آیت زیر بحث پر غور کیا جائے تو اپنا مطلب صاف بتاتی ہے۔ کیونکہ اسکے اخیر میں ذکر ہے

لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ (پ ۲۹ ع ۱۲)

خدا کو علم (ظہور) ہے معلوم ہو جائے کہ ان ملائکہ محافظین نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے۔

آیت کے اس حصہ کلام سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو جو غیب دیا جاتا تھا وہ لوگوں تک پہنچانے کے لئے تھا۔ نہ چھپائے رکھنے کے لئے۔

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہی غیب ملا تھا جو انہوں نے بذریعہ قرآن و حدیث امت تک پہنچا دیا۔ اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید ہی میں خدائی ارشاد ہے :-

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

اے رسول جو کچھ تم پر اُترا ہے وہ سب لوگوں کو پہنچا دو "

اس ارشاد خداوندی کی تعمیل حضور نے ایسی کی کہ خدائی تصدیق پہنچی :-

وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ؕ

(پ ۳۰ - ع ۶)

ہمارا رسول غیب (کی وحی) بتانے میں بخیل نہیں "

مطلب یہ کہ جتنا غیب ہم نے اپنے رسول کو بتایا ہے اس نے سارا بتا دیا۔ اس میں سے کچھ رکھا نہیں۔

نتیجہ صاف ہے کہ اشیاء بریہ اور بحریہ اور واقعات یومیہ جو قرآن و حدیث میں مذکور نہیں ہیں انکا علم حضور علیہ السلام کو نہ تھا نہ ہے۔ اس لئے فقہاء حنفیہ نے بالاتفاق لکھا ہے کہ حضور کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر ہے حنفی جماعت کے عقائد کی

---

۵۱ نماز پڑھو۔ ۵۲ رومی مغلوب ہو کر غالب ہونگے۔

معتبر کتاب "مسائرہ" مصنفہ شیخ زین الدین حنفی اور اس کی شرح مصنفہ شیخ ابن الہمام میں یوں مرقوم ہے ۔ متن اور شرح کی عبارت یکجا ملاحظہ ہو :-

"ذکر الحنفیة فی فروعهم تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ واللّٰه اعلم۔ (مطبوعہ مصر ص ۲۰۳)

(علمائے حنفیہ نے صاف لکھا ہے کہ جو کوئی آنحضرت کے حق میں علم غیب کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہے)

یہی عبارت ملا علی قاری نے "شرح فقہ اکبر" میں لکھی ہے اور اسی کو عقیدہ صافیہ مقبولہ حنفیہ بتایا ہے۔ "فتاویٰ قاضی خاں" جو فقہ حنفیہ کی مستند اور معتبر کتاب ہے اسمیں لکھا ہے :

" رجل تزوج بغیر شهود فقال الرجل والمرأة خدا و رسول را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت (جلد ۴)

یعنی جو شخص اپنے نکاح وغیرہ میں اللہ و رسول کو گواہ کرے فقہاء حنفیہ اسکو کافر کہتے ہیں کیونکہ اس نے اعتقاد کیا کہ رسول اللہ غیب جانتے تھے حالانکہ رسول اللہ جب زندہ تھے غیب نہیں جانتے تھے تو بعد وفات کیسے جانتے ہونگے۔

فقہ حنفیہ کی مختصر معتبر کتاب مصنفہ قاضی صاحب پانی پتی میں مرقوم ہے :-

" اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت کہ خدا و رسول را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود۔ (مالابد)

وجہ اس کفر کی وہی ہے جو قاضی خان کی عبارت میں مذکور ہے۔

اسی طرح دیگر کتب عقائد میں صاف صاف لکھا ہے کہ سوائے خدا کے غیب کوئی نہیں جانتا۔ ملاحظہ ہو کتاب "شرح فقہ اکبر" مصنفہ ملا علی قاری مرحوم۔ وغیرہ۔

صدق اللّٰه العلی العظیم وصدق رسوله النبی الکریم ونحن علی ذالك من الشاهدین۔

وہم دوم باوجود نصوص قرآنیہ اور تصریحات حدیثیہ کے مقابلے میں طائفہ غالیہ تنکے کا سہارا لیتا ہوا قرآن مجید کی آیات مرقومہ کے بعد چند احادیث سے بھی استدلال کیا کرتا ہے۔ ان احادیث میں اصرح اور اوضح روائت وہ حدیث ہے جسکے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

فتوضأت وصليت ما قدر لي فنعست في صلوتي ×× فرأيته وضع كفه بين كتفي حتى وجدت برد انامله في ثدي فتجلى لي كل شئ و عرفت۔ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ فی المساجد)

یعنی فرمایا میں نماز پڑھتے ہوئے سو گیا تو میں نے خدا کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے دونو مونڈھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی پس ہر چیز میرے سامنے روشن ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

کہتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہؤا کہ ایک وقت ایسا آیا تھا کہ آنحضرت کو سب کچھ معلوم ہو گیا تھا جب ایک دفعہ معلوم ہو چکا تو آپ کا علم ہمیشہ تک رہیگا۔

جواب وہم دوم جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک خاص وقت کے خواب کا ذکر ہے۔ یعنی قضیہ وقتیہ مطلقہ دائمہ مطلقہ نہیں ہوتا۔ ثبوت اس کا خود حدیثوں ہی میں ملتا ہے۔ جن میں سے چند حدیثیں درج ذیل ہیں۔

عن سهل بن سعد ان رجلا اطلع في حجر في باب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومع رسول الله صلى الله عليه وسلم مدرى يحك به راسه فقال لو اعلم انك تنظر لي لطعنت في عينيك

(بخاری۔ مسلم در مشکوٰۃ باب مالا یضمن)

یعنی ایک شخص پردہ اٹھا کر حجرہ مبارک میں نظر کر رہا تھا۔ آپ دروازہ کی طرف پیٹھ پھیرے ہوئے لوہے کے ایک پنجہ سے پیٹھ کو کھجلا رہے تھے۔ پنجہ ہاتھ سے رکھ دیا اور پیٹھ پھیر کر جو دیکھا تو فرمایا اگر پہلے میں جانتا کہ تو اندر دیکھ رہا

ہے تو میں یہ پنجہ آہنی تیری آنکھ پر مارتا:

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو اسے دیکھنے سے پہلے اس کے نظر ڈالنے کا علم نہ تھا۔ اور سنئے!

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يهريق الماء فيتمم بتراب فاقول يا رسول الله ان الماء منك قريب يقول ما يدريني لعلي لا ابلغه۔ (مشکوٰۃ باب المال والعمر)

یعنی ابن عباس نے کہا آنحضرت کبھی کبھی شہر سے باہر جاتے اور پیشاب کر کے تیمم کر لیتے، میں عرض کرتا حضور پانی آپ سے قریب ہی ہے۔ فرماتے مجھے کیا معلوم میں وہاں پہنچ سکوں یا نہ:

یہ حدیث بھی اپنا مطلب صاف بتا رہی ہے کہ آنحضرت کو علم غیب نہ تھا ورنہ ایسا نہ فرماتے مدینے شریف کے واقعات میں بڑا واقعہ حضرت عائشہ رضہ پر بہتان اور افک کا تھا۔ جس کے باعث بوجہ عدم علم کے کئی دنوں تک متفکر رہے۔ کبھی کسی سے دریافت کرتے کبھی کسی سے یہاں تک کہ حضرت عائشہ جیسی پیاری بیوی سے کشیدہ خاطر رہنے کے باعث اُس کی بیماری کا حال خندہ پیشانی سے نہ پوچھتے۔

اسی طرح حدیبیہ کا واقعہ بھی ہمارے عقیدے کی تائید ہے۔ کیونکہ اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا تھا:۔

لو استقبلت من امري ما استدبرت ما سقت الهدى

یعنی جو واقعہ (کفار کی طرف سے روکا جانا) مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا: (یہ حدیث صفحہ ۲۹ پر گذر چکی ہے)

اس قسم کے بے شمار واقعات صاف بتا رہے ہیں کہ آنحضرت ؐ کے حق میں طائفہ غالیہ کا عقیدہ درباره علم کل صحیح نہیں ہے۔ بلکہ بقول حضرت عائشہ صدیقہ محض کذب اور افترا ہے۔

پس طائفہ غالیہ کی پیش کردہ حدیث ایک تو خواب کا واقعہ ہے۔ دوسرے وہ

آنی (وقتی) ہے، دائمی نہیں ہے۔ اس مضمون کو شیخ سعدیؒ نے حضرت یعقوبؑ کے حق میں خوب لکھا ہے

کسے پرسید زاں گم کردہ فرزند ۔ کہ اے روشن گوہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شنیدی ۔ چرا در چاہِ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جہان است ۔ دمے پیدا و دم دیگر نہان است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینیم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینیم

استعانت اور اعانت من غیر اللہ

چونکہ ایاک نستعین خوانی ۔ پس چرا غیر را معین دانی

یہ تیسرا مسئلہ توحید کا جزء اعظم ہے۔ خاص اس مسئلہ میں فرقہ عادلہ اور غالیہ میں شدید اختلاف ہے۔ بغور دیکھا جائے تو طائفہ عادلہ کا دعویٰ غالیہ کو منظور۔ غالیہ کا دعویٰ عادلہ کو مسلم نہیں۔ اس لئے دلیل پیش کرنا طائفہ غالیہ کا فرض ہے۔ اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ توحید الٰہی مسلمہ نصاریٰ اور اہل اسلام ہے۔ مگر توحید کے ساتھ تثلیث کا اعتقاد اہل اسلام کو مسلم نہیں۔ لہذا تثلیث کا ثبوت دینا نصاریٰ پر فرض ہے اسی طرح فرقہ غالیہ تسلیم کرتا ہے کہ دنیا کا مالک متصرف خدا ہے۔ باوجود اس عقیدے کے یہ بھی ان کا عقیدہ ہے کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں۔ تمام یہاں حضور کے زیر حکومت و تصرف ہے جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں" (ملاحظہ ہو حش کتاب)

غرض اس عقیدے کا خلاصہ یہ شعر ہے

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لینگے محمدؐ سے

پس یہ زیادت مثل زیادت تثلیث کے ہے۔ جس کا ثبوت دینا طائفہ غالیہ کا فرض ہے۔ حق تو یہ ہے کہ طائفہ عادلہ بالکل خاموش ہے اگر خاموشی میں غالیہ سے اسکے اس عقیدے پر دلیل طلب کرنے پر کفایت کرے تو حسب قانون علم کلام اس پر کوئی عتاب یا سوال نہیں ہو سکتا۔ لیکن جس طرح قرآن مجید میں الوہیت مسیح پر نصاریٰ سے دلیل مانگنے کے علاوہ اس کے ابطال پر خود دلیل بلکہ دلائل پیش کئے ہیں اسی طرح ہم بھی بتبعیت کر کے فرقہ غالیہ کے غلط خیالات کا ابطال کرتے ہیں۔ پس وہ سنیں :-

قرآن مجید کی رو سے بعض کام ایسے ہیں جن میں ایک انسان دوسرے کی مدد

کرسکتا ہے۔ مثلاً (۱) بیمار کے لئے معالج کا بلانا۔ (۲) دوا لادینا۔ (۳) روپیہ پیسہ سے
کسی کے کام آنا۔ (۴) کسی کے کام میں سعی سفارش کرنا وغیرہ۔ ایسے کاموں میں
ایک دوسرے سے مدد مانگنا اور مدد کرنا جائز ہے بلکہ حکم ہے۔ ارشاد ہے:۔

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (پ ۶ ع ۵)

(نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو)

ان کاموں کے علاوہ ایسے کام بھی ہیں جو قدرت کاملہ الٰہیہ نے اپنے ہاتھ میں رکھے
ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:۔ (۱) اولاد بخشنا۔ (۲) بیمار کو صحت دینا۔ (۳) رزق
فراخ کرنا وغیرہ۔ یہ سب کام انسانی قدرت سے بالاتر ہیں۔ ان میں کسی مخلوق سے مدد
مانگنا جائز نہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں بالفاظ صریحہ
ملتا ہے۔ اسی قسم کے متعلق ارشاد ہے:۔

اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

اے خدا ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں

(۱) پہلے دعوے کا ثبوت یہ آیت ہے:۔

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ
ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (پ-ع)

یعنی خدا ہی جسے چاہے لڑکیاں دے جسے چاہے لڑکے بخشے۔ جسے چاہے
دونوں دے جسے چاہے بانجھ کردے وہ خدا بڑے علم والا بڑی قدرت
والا ہے"

یہ آیت اپنا مضمون صاف بتاتی ہے کہ اولاد بخشنا کسی انسان کے اختیار میں نہیں
یہ فعل خاص خداوندی ہے۔ گو اس مضمون میں کسی تائید کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر چونکہ
علم الٰہی میں تھا اور ہے کہ مشرک لوگ بزرگوں سے اولاد مانگا کرتے تھے اور مانگتے
ہیں۔ چنانچہ ان کا نام بجائے اللہ دتا یا اللہ دیا کے پیران دتا یا پیر بخش، نبی بخش وغیرہ
رکھ دیتے ہیں۔ لہٰذا خداوند تعالیٰ نے انبیاء کرام میں سے دو نبیوں کو بطور نمونہ پیش

پیش فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب فرشتوں نے اولاد پیدا ہونے کی خوشخبری دی۔ تو
ان کی بیوی نے کہا:۔

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا (پ۱۲ ع ۷)

کیا میں جنوں گی؟ حالانکہ میں بانجھ ہوں اور یہ میرا خاوند (ابراہیم) بوڑھا ہے:
فرشتے نے جواب میں ابراہیمی قدرت کو پیش نہیں کیا بلکہ خدائی قدرت کو پیش کرتے ہوئے
کہا:۔ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (پ۱۲ ع ۷)

اے بی بی! تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے۔ (یاد رکھ خدا قادر قیوم ہے
جو چاہے کرسکتا ہے)

معارضہ | اس موقع پر غالیہ کی طرف سے بطور استدلال یا معارضہ حضرت مریم کا واقعہ
پیش کیا جاتا ہے جس میں ذکر ہے کہ جبرئیل نے جو انسانی شکل میں آیا تھا مریم کو کہا:۔

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (پ۱۶ ع ۵)

میں اس لئے تیرے پاس آیا ہوں کہ تجھے پاک لڑکا ہبہ کروں (بخشوں)

اس استدلال کی تقریر یوں کرتے ہیں کہ جس طرح جبرئیل فرشتہ لڑکا دے سکتا ہے
اسی طرح انبیاء اولیاء بھی دے سکتے ہیں۔

جواب | یہ ہے کہ اس شبہ کا جواب اسی آیت میں مذکور ہے۔ حضرت مریم نے جبرئیل کے
جواب میں کہا:۔ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ (پ۱۶ ع ۵)

مجھے لڑکا کیسے ہوگا مجھے تو کسی بشر نے چھوا نہیں۔

یعنی میں کنواری ہوں۔ اسکے جواب میں فرشتے نے جو کہا وہ طائفہ عادلہ اور غالیہ میں
فیصلہ کن ہے۔

قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ

(یعنی) تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے۔

مقام غور اور محل انصاف ہے کہ مریم کے استعجاب کرنے پر جبرئیل نے جواب میں

اصل مالک متصرف خدا کو پیش کیا۔ ثابت ہوا کہ پہلی آیت میں جو لڑکا ہبہ کرنے کا ذکر ہے اس کا فاعل دراصل جبرئیل نہیں بلکہ جبرئیل کو رسول بنا کر بھیجنے والا خداوند تعالیٰ ہے۔ چنانچہ جبرئیل نے کہا تھا :۔

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ

میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا (ایلچی) ہوں (نہ خود مالک و معطی)

ثابت ہو گیا کہ طائفہ غالیہ کا خیال جڑ بنیاد ہی سے غلط ہے۔

دوسری مثال حضرت زکریا علیہ السلام کی ہے جو باوجود نبی اور رسول ہونے کے اپنے لئے اولاد خود پیدا نہیں کر سکے۔ بلکہ نہایت عاجزی اور الحاح سے خدا کے حضور دعا کرتے ہیں :۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (پ ۳ ع ۱۱)

(اے مولا! مجھے اپنے پاس سے پاک اولاد بخش تو دعاء سننے والا ہے)

دیکھئے کس لجاجت الحاح اور زاری سے دعا کرتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کو بھی کسی کو اولاد دینے کا اختیار نہ تھا۔ یہ کام محض قدرت کے قبضے میں ہے۔ اس لئے اولاد کی طلبی کسی غیر اللہ سے (نبی ہو یا ولی) ہرگز جائز نہیں۔

یہ صرف ایک کام ہے جو اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے ماتحت ہے۔

دوسرا کام بیماری کی شفا۔ یہ دراصل خالقیت کی صفت پر متفرع ہے۔ کیونکہ بیمار میں صحت پیدا کرنا ایک قسم کی خلق ہے اور خلق خاصہ خداوندی ہے۔ ارشاد ہے :۔

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ (پ ۲۲ ع ۱۳) کیا اللہ کے سوا اور کوئی خالق ہے؟

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

کہہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اکیلا ہی سب مخلوق پر ضابط ہے۔

اس قسم کی بے شمار آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالقیت عامہ خدا کے قبضے میں ہے کسی مخلوق کو نبی ہو یا ولی اس میں دخل نہیں۔

خاص شفاء صحت اور شفاء مریض کی بابت تو صاف الفاظ میں اپنے خلیل؏

صلوٰۃ اللہ علیہ کی زبانی اعلان کرا دیا :۔

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (پ ۱۹ ع ۹)

(میں جب کبھی بیمار ہوتا ہوں وہی (اللہ) مجھے صحت بخشتا اور شفاء دیتا ہے)

پس ہمارا یہ دعویٰ بھی بلا ریب ثابت ہے۔

تیسرا کام رزق کی فراخی کرانا ہے۔ اس کی بابت بھی صاف ارشاد ہے :۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (پ ۲۱ ع ۴)

کیا یہ مشرک غور نہیں کرتے کہ اللہ ہی جسکے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جسکے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بے شک اس میں ایمانداروں کے لئے بہت سے نشان ہیں۔

نیز ایک جامع دعا میں ایماندار بندوں کو تعلیم فرمائی کہ تم یہ کہا کرو :۔

وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پ ۳ ع ۱۴)

(اے خدا تو ہی جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے)

اس کے علاوہ واقعات زمانہ رسالت بتا رہے ہیں کہ بعض اوقات صحابہ کرام پر رزق کی تنگی اتنی تھی کہ بھوک کی تکلیف سے پیٹ پر پتھر باندھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی حالت کا اظہار کیا۔ آپ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا دیکھو میرے پیٹ پر دو پتھر رکھے ہیں (مشکوٰۃ شریف) اللھم صلے علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و اصحابہ اجمعین

یہ مسئلہ بھی ایسا ثابت ہے کہ کسی مومن کو تو کیا کافر کو بھی انکار نہ ہوگا۔

متفرقات یہ تین اقسام ہم نے اصولاً بتائے ہیں۔ باقی سب ان کی شاخیں ہیں مثلاً (۱) درازیٔ عمر۔ (۲) ضرر کو دفع کرانا۔ (۳) دشمن پر فتح یا دفع بلا۔ (۴) طوفان سے نجات وغیرہ۔ قرآن مجید میں ان سب کاموں کو خدا کے قبضے میں بتایا ہے۔

عمر کے متعلق فرمایا ہے :۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَ

عِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتَابِ (پ ۱۳ ع ۱۲) (ہر چیز کی عمر خدا کے ہاں لکھی ہوئی ہے۔ جس کو
خدا چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے)
پھر کسی کی کیا مجال کہ اسکے کام میں دخل دے۔

(۲) اس امر کی بابت بھی صاف ارشاد ہے:۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ
بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ (پ ۱۱ ع ۱۶)

(اگر اللہ تم کو ضرر پہنچائے تو کوئی شخص اس ضرر کو دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ
تمہارے حق میں خیر چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔)

یہ آیت بصراحت اس فعل کو خدائی قبضے کے ماتحت بتاتی ہے۔ غور کیجئے کہ لا نفی
جنس کا ہے۔ جس میں ہر ایک غیر خدا داخل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تکلیف کو دور کرنے
والا سوا خدا کے کوئی نہیں۔ (۳) اس کام کی بابت بھی صاف ارشاد ہے:۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ
يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ (پ ۴ - ع ۸)

یعنی اگر خدا تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکتا اور اگر وہ تم کو
ذلیل کرنا چاہے تو کون ہے جو اسکے سوا تمہاری مدد کرے؛

بحمد اللہ یہ آیت عادلہ اور غالیہ میں فیصلہ کن ہے۔

(۴) یہ واقعہ تو ہم نے خود دیکھا۔ سفر حج سے واپسی پر ہمارا جہاز طوفان میں گھر گیا
اس میں جو حاجی سوار تھے ان میں سے بعض طوفان سے نجات کی درخواست خواجہ خضر
سے کرتے تھے۔ ان کو معلوم نہ تھا کہ قرآن مجید میں اسکی بابت کیا ارشاد ہے۔ سنو!

وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۙ اِلَّا
رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (سورہ یٰسین۔ ع ۳)

اگر ہم (خدا) چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہو نہ وہ بچائے
جائیں ہاں ہماری رحمت دستگیر ہو اور ان کو ایک وقت تک زندہ رکھا

گذارہ دینا چاہیں تو بچ سکتے ہیں۔"

یہ آیت اپنا مطلب بآواز بلند ظاہر کر رہی ہے کہ طوفان سے بچانا خاص قبضہ قدرت
میں ہے کسی انسان کے بس میں نہیں۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا ہی سچ کہا ہے ؎

طوفان میں جب جہاز ہے چکر کھاتا ۔ جب قافلہ وادی میں ہے سر ٹکراتا
اسباب کا آسرا ہے جب اٹھ جاتا ۔ واں تیرے سوا کوئی نہیں یاد آتا

المختصر | قرآن مجید نے دنیا میں تصرف الٰہی کو تفصیل سے بتا کر بالاجمال بھی بتایا ہے
جو سورہ یٰسین میں ارشاد ہے:۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ ہی پاک ذات ہے ہر چیز اسی کے قبضے میں ہے اور تم اسی کی طرف
پھیرے جاؤ گے۔"

یہ سارا مضمون کلمۂ اسلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں داخل ہے۔ اس کی تفصیل
کے لئے ہمارا رسالہ "کلمہ طیبہ" دیکھئے۔

فرقہ غالیہ کو | غالباً یہ سارا مضمون مسلم ہوگا یا ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ بھی دنیا کا
حقیقی اور بالذات متصرف خدا ہی کو مانتے ہیں۔ اس کے ساتھ انبیاء۔ اولیاء
خصوصاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعطاء الٰہی متصرف کہتے ہیں۔ یعنی بقول ان کے
خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب فی التصرف قاضی الحاجات بنایا ہے۔
سو غور کیا جائے تو یہ ایک دعویٰ ہے جس کا ثبوت ان کے ذمہ ہے۔ پس ان کا فرض
ہے کہ ہماری طرح نصوص صریحہ سے اپنے دعوے کا ثبوت دیں ورنہ ہم سے اپنے
دعویٰ کی تردید سُن کر توحید خالص اختیار کریں۔ سنئے!

ہم مسلمانوں کا عقیدہ متفقہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساری دنیا میں
افضل ہیں۔ یہ بات تو سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ جو وصف افضل میں نہ ہو وہ ادنیٰ
میں نہیں ہو سکتا۔ افضل الناس علیہ السلام کے حق میں خدا نے صاف فرمایا ہے:۔

قُلْ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّىْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ

مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (پ ۲۹- ع ۱۲)

یعنی اے ہمارے افضل الرسل تم لوگوں کو کہہ دو کہ میں تمہارے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ ہاں یہ بھی کہہ دو کہ مجھے بھی اللہ کی پکڑ سے کوئی بچا نہیں سکتا اور میں بھی اسکے سوا کہیں پناہ نہیں پاتا۔" (جل جلالہ)

وہ مالک ہے سب آگے اس کے لاچار
نہیں ہے کوئی اس کے گھر کا مختار

آوازۂ خلق

اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ

تو اگر کشتہ شدی آہ چہ شد حالتِ ما

کس کے تصور سے یہ مصرع کہا کرتا ہوں؟ ہر وقت کس کے زخمی ہونے کا ملال دل پر زخم لگایا کرتا ہے؟ کون ہے جسے یاد کرکے بیساختہ منہ سے نکلتا ہے کہ

تو اگر کشتہ شدی آہ چہ شد حالتِ ما

وہی جس کی مدح وثنا اللہ نے ہر جگہ پھیلادی ہے۔ جو اس صدی کا مجدد ہے۔ جو اپنے زمانہ کا علم دینی وفن مناظرہ میں امام ہے۔ وہی جو مجسم اخلاق ہے۔ وہی جو شہرۂ آفاق ہے۔ وہی جو فراعین بدعت کے لئے جلال موسوی کو جمال محمدی کی صورت میں لایا ہے۔ وہی جس نے دجاجلۂ زماں کے لئے ضرب مسیحی کو اخلاق احمدی کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔ وہی جس نے جالوت شرک پر داؤدی حربہ کو مصطفائی شیریں کلامی سے بدل کر دیا ہے۔ وہی جسکے زخمی ہونے سے سارے ہندوستان کے سچے مسلمان تڑپ اٹھے ہیں۔ وہی جسکے زخم سر نے اسکی سرداری پر

مہر صداقت لگادی۔ وہی جسکے قطرہائے خون نے جماعت موحدین پر زندگی کا آبحیات چھڑک دیا ہے۔ آہ! اگر وہ شہید ہوجاتا تو جماعت کی جان نکل جاتی۔ اسی کو یاد کرکے منہ سے بے ساختہ نکلتا ہے کہ

تو اگر کشتہ شدی آہ چہ شد حالتِ ما

ہماری کیا حالت ہوتی؟ اس کی فکر ہمیں ضرور ہونی چاہئے اور اس زخم کے بعد بھی اگر ہم نے اپنی تنظیم نہ کی تو پھر کب کرینگے اور اگر اس روح رواں کے زخمی ہونے پر بھی ہم نے اپنی تبلیغ کو وسیع نہ کیا تو پھر کب کرینگے۔

کچھ اپنی فکر کچھ اپنے سردار کے زخمی ہونے کا ملال، کچھ مذہبی غیرت، کچھ دینی جوش ہم سے پرزور اپیل کررہے ہیں کہ ہم اپنی تحریکات کو پرزور طریقہ پر چلائیں جس کا مختصر خاکہ جو میرا مطمح نظر ہے یہ ہے کہ

(۱) ہر شہر بلکہ گاؤں اور قصبے میں ایک انجمن اہل حدیث قائم کی جائے۔

(۲) تمام انجمنیں باہم مربوط ومنظم ہوں۔ ہر ضلع کی بڑی انجمن اس ضلع کی سب انجمنوں کا مرکز ہو۔

(۳) ہر صوبہ کی ایک کانفرنس ہو جو اپنے ضلع کی انجمنوں کا مرکز ہو۔

(۴) جس دن حضرت مولانا زخمی ہوئے ہیں (۲۹ شعبان) ہمیشہ کے لئے یوم التبلیغ بنایا جائے اور اس دن سب اہل حدیث دن بھر سب کام چھوڑ کر مذہب اہل حدیث کی طرف اغیار کو کھلے کھلے لفظوں میں صاف صاف دعوت دیں۔

(۵) ہر جگہ یتیم خانہ قائم کریں۔

ان مقاصد نیز اپنے مدرسۃ المناظرین اور محمدی دار التصنیف کے لئے یہ بندۂ ناچیز اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔

(مولوی) محمد یوسف شمس محمدی۔ فیض آباد

ترانہ توحید و نعت

سلام اوس پہ جو مصطفیٰ ہو کے آیا
وہ بندوں میں بندہ بڑا ہو کے آیا

وہ خالق کا حامد وہ مالک کا ساجد
پرستار حق برملا ہو کے آیا

تذلل بدرگاہ حق کام اوس کا
تواضع میں وہ بے ریا ہو کے آیا

تعبد میں ہردم کمربستہ قائم
غلام درکبریا ہو کے آیا

سر عجز خم تھا سدا پیش مالک
درِ حق پہ وہ جبہ سا ہو کے آیا

وہ عبدِ خدا ابن عبدِ خدا تھا
عبادت کا اک سلسلہ ہو کے آیا

بشر کا ہے درجہ خلائق میں اعلیٰ
وہ خیرالبشر مجتبیٰ ہو کے آیا

دل اوسکا سدا خوفِ خالق سے روشن
وہ شمع رہ ارتقا ہو کے آیا

امید اور ڈر اپنے مالک سے ہردم
وہ پابند بیم و رجا ہو کے آیا

نظر سوئے مالک بہر رنج و راحت
وہ راضی بحکم خدا ہو کے آیا

سہے اوس نے کفار کے ظلم بے حد
وہ تصویر صبر و رضا ہو کے آیا

اطاعت سے اوس کی ہُوا شمس روشن
وہ انوار حق کے ضیا ہو کے آیا

شمس شمسی فیض آبادی

مولانا ثناء اللہ زندہ باد

(از حکیم مولوی محمد عزیز الرحمن صاحب انصاری سہارنپوری۔ جامع مسجد روڈ جبلپور)

حشر کا ڈر ہے نہ کچھ انجام پر اُن کی نظر
بدعتوں پر جاہلوں نے کیسی باندھی ہے کمر

شرک و بدعت اور پھر اسلام کا دعویٰ بھی ہے
حیف کیوں ہوتا نہیں اسلام کا دل پر اثر

ماحی کفر و ضلالت دشمنِ بدعات و شرک
بوالوفا سا خادمِ اسلام عالم باخبر

حملے جو اسلام پر دن رات ہوتے رہتے ہیں
اک انہیں کی ذات ہے بنتی ہے جو اُن کی سپر

قادیانی ہوں کہ عیسائی ہوں یا ہوں آریہ
ان کے آگے سب نے آخر ڈال دی اپنی سپر

اس زمانہ میں کہاں اُن سا مناظر ہند میں
رہ نما اسلام کے وہ ہیں نہایت معتبر

اُن پہ اک جاہل نے صرف اسواسطے حملہ کیا
شرک و بدعت کو کئے دیتے ہیں کیوں زیروزبر

پنجۂ قدرت سے بچ جائے یہ ممکن ہی نہیں
پائیگا اپنے کئے کا ایک دن وہ بھی ثمر

جانتے ہیں خدمت اسلام ایسے فعل کو
وہ تو جاہل ہے مگر ہیں اُسکے ہادی فتنہ گر

دشمن اسلام ہیں اسلام کے پیرو کہاں
کرتے ہیں اسلام کو بدنام ایسے خیرہ سر

ہے دعا خالق سے تاریخ مسیحی میں عزیز
کیفر کردار پائیں تیرہ باطن کو رو کر

۱۹۳۷ء

مرقومہ ۱۸ دسمبر ۳۷ء

نذرِ عقیدت بخدمت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب

(از مولوی ابوالخیر محمد عبدالصمد صاحب اختر مدرس مدرسہ فیض محمدی جودھپور)

بوالوفاء مولوی ثناء اللہ
آپ پر حق کی ہو مہربانی

خدمتِ اسلام آپ کا ہے کام
کیوں نہ ہو آپ کی قدردانی

آپ تو ہیں مناظرِ اسلام
کفر نے ہار آپ سے مانی

نام سے کفر آپ کے خائف
دبدبہ آپ کا ہے سلطانی

ذات ہے آپ کی حمیدہ صفات
اور اخلاق بھی ہیں لاثانی

ایکہ تقریر آپ کی شیریں
جس سے حاصل ہو نورِ ایمانی

ایکہ تحریر آپ کی مرغوب
جسکی کرتے ہیں سب مدح خوانی

شرِ اعداء سے آپ ہوں محفوظ
رب کی ہو آپ پر نگہبانی

دین و دنیا میں ہو اُسے ذلت
آپ کا ہو جو دشمن جانی

آپ کے سر سے خون تھا جو بہا
راہِ مولا میں تھی یہ قربانی

حملہ آور ہو آپ کا، ظالم
ساتھ خواری کے جلد زندانی

جو کہ مومن پہ حملہ آور ہو
کب رہی اس کی پھر مسلمانی

کفر کی پھونک سے نہیں بجھتی
حق کی ہووے جو شمع نورانی
اخترؔ ناتواں کی ہے یہ دعا
عمر کو آپ کے ہو طولانی

تہنیت شفایابی

(از زبدۃ الحکماء حکیم خدا بخش صاحب فارانی پرنسپل طبیہ کالج ملتان)

بہارِ رفتہ پھر آئی مبارک ہو مبارک ہو
نویدِ خوش صبا لائی مبارک ہو مبارک ہو
کہ مولانا ثناء اللہ کو اللہ نے کامل
عطا صحت ہے فرمائی مبارک ہو مبارک ہو
بطرزِ ماسبق اپنی اشاعت ہفت روزہ میں
کرینگے خامہ فرسائی مبارک ہو مبارک ہو
ہؤا ہے حملۂ قاتل ممیزِ حق و باطل میں
یہ آیت حق نے دکھلائی مبارک ہو مبارک ہو
بسیلِ خون تنِ مجروح سرو آسا رہا قائم
زہے صبر و شکیبائی مبارک ہو مبارک ہو
کسوفِ شمس دیں کر کے ہیں تخویف کی حق نے
کہ تا ہوں متفق بھائی مبارک ہو مبارک ہو
تھے ...ور باطل نے کہ ہو معدوم حق لیکن
رہا بس حفظ مولائی مبارک ہو مبارک ہو
ہوئے نادم بد اندیش اور جملہ اہل ایمان کی
ہوئی پھر مجلس آرائی مبارک ہو مبارک ہو
رہے تا دیر دنیا میں تو اے سردارِ اہلِ حق
تجھے تائید بالائی مبارک ہو مبارک ہو
تری تبلیغ تغلیظ و تشدد سے مبرا ہے
یہ حق نے طرز سکھلائی مبارک ہو مبارک ہو
بقولِ لین و حکمت بنایا غیر کو اپنا
تری اس فن میں یکتائی مبارک ہو مبارک ہو
براہین و دلائل سے کیا قائل مخالف کو
زہے تدبیر و دانائی مبارک ہو مبارک ہو
یہ تیرے بحرِ ذخارِ علومِ دیں کی موجیں ہیں
یہ گہرائی یہ پہنائی مبارک ہو مبارک ہو
اکیلے نے شکستِ فاش دی افواجِ باطل کو
طبیعت کچھ نہ گھبرائی مبارک ہو مبارک ہو
جزاک اللہ فی الدارین خیرا اے یلِ حامی
تجھے یہ جنگ تنہائی مبارک ہو مبارک ہو
خدا کے دین کی خدمت غذائے روح تیری ہے
یہی لذت تجھے بھائی مبارک ہو مبارک ہو

کرے کس طور فارانیؔ بیاں تیرے فضائل کا
تجھے خالق کی زیبائی مبارک ہو مبارک ہو

مولانا ثناء اللہ زندہ شہید زندہ باد!

(از مولوی محمد یوسف شمس محسندی اہل الذکر فیض آباد)

اے کہ تو نے خون اپنا نذر مولا کر دیا
ہو کے زخمی سب مسلمانوں کو زندہ کر دیا
مذہب باطل کی کمزوری نمایاں ہو گئی
دین برحق کی صداقت کو ہویدا کر دیا
ہندو ازم کی کتھاؤں کا بکھیرا تار و پود
حق پرستوں نے اسے مکڑی کا جالا کر دیا
تیرے سر کے زخم نے اے سردارِ اہلِ حدیث
تیری سرداری کو عالم آشکارا کر دیا
تیرا ہر اک قطرۂ خوں بن گیا آبِ حیات
جس نے امرتسر کو اک امرت کا دریا کر دیا
جگ میں پھیلا دی تری مدح و ثنا اللہ نے
خلق میں تیری وفاداری کا شہرا کر دیا
ابن ملجم کی شقاوت پھر ہوئی ہے آشکار
تیرِ حق پر جس نے امرتسر میں حملہ کر دیا
وار تجھ پر کیا ہؤا اے علم کے روحِ رواں
سارے ہندوستان میں اک حشر برپا کر دیا

مرسلہ انجمن انصار اللہ

تو اُدھر زخمی ہؤا ہے آفتابِ علمِ دیں
ابرِ باراں شمس کی آنکھوں نے پیدا کر دیا

قاتلانہ حملہ کی مذمت

(از قلم جناب فضل الرحمٰن صاحب رہبرؔ پرتاب گڈھی)

طلوعِ صبح ہوتے ہی فنا پائی ستاروں نے
دکھائی بے بسی گلشن نے عالم کے کناروں نے
ضیا پاشی پہ اسکو کر دیا مجبور غاروں نے
کہیں دامن تمنا کا اٹھایا کوہ ساروں نے

تگ و دو دیکھ یہ ۔ سورج شفق کو چیر کر نکلا
چمکتا تلملاتا اور لئے تابِ شرر نکلا

کرن پڑتے ہی سورج کی ہری کھیتی نکھر آئی
عنادل کی گلستانوں میں جب امید بر آئی
جو شبنم برگ و بر پر مثل موتی کے نظر آئی
تو کچھ بدمست جھونکے ساتھ لے بادِ سحر آئی

امیروں کے لئے گویا یہ ساعت بن کے عید آئی
غریبوں کے لئے ساعت یہ کیا آئی وعید آئی

امیروں کی شریعت ہے گہر ریزی گہر بیزی
شریعت مردِ مومن کی کم آمیزی و پرہیزی

غریبوں کی شریعت ہے سحر خیزی عرق ریزی
نظر میں ایکساں ہے اسکی چنگیزی و پرویزی

نظامِ دہر کی اس کش مکش پر غور کرتا تھا
ہجومِ ناامیدی سے اثر لیتا گزرتا تھا

یکایک حالتِ گلشن دگرگوں سی نظر آئی
خبر آئی اسی عرصے میں اور وحشت اتر آئی

اداسی گنبدِ نیلوفری کے بام پر آئی
بڑی سرعت سے آئی اور صبا کے دوش پر آئی

شعاعِ مہرِ عالمتاب پر ابرِ کثیف آیا
یکایک قادیاں کے آج فاتح پر ہُوا حملہ

یہ امرت سر سے ... خبر جب تار برقی پر
نظر آئیں ہویدا سرخیاں گردونِ گرداں پر

تعجب تھا تاسف تھا بنا ماتم کدہ گھر گھر
دلِ شاعر بھی آیا جوش میں خامہ ہُوا مضطر

ثناء اللہ پر حملہ۔ قیامت ہے قیامت ہے
ہواؤں نے فضاؤں نے کہا۔ لعنت ہے لعنت ہے

کیا حملہ یہ کس بدبخت نے عالمِ کے عالم پر
یہ حملہ قاتلانہ صاحبِ خیر و مکارم پر

مسلمانوں کے ناظم پر مسلمانوں کے خادم پر
الٰہی آسماں کیوں پھٹ نہیں پڑتا ہے ظالم پر

نظیر اس کی نظر آتی نہیں اقوامِ عالم میں
مسلمانو کہاں سے یہ درندے آ گئے تم میں

جسے رکھے خدا زندہ۔ مٹا سکتا نہیں کوئی
خدا کی مصلحت کا بھید پا سکتا نہیں کوئی

تہِ گردونِ گرداں ابر لا سکتا نہیں کوئی
موحد ہے مسلماں تو مٹا سکتا نہیں کوئی

ضیائے نیرِ اعظم کہیں مستور ہوتی ہے
کہیں لعلِ بدخشاں کی چمک بھی دور ہوتی ہے

سخن سنجو مرے جذبات کی کچھ قدر فرمانا
شرابِ معرفت سے پُر ہے اِنکے دل کا پیمانہ

سروں کے بل حفاظت میں ثناء اللہ کی جانا
پیام اس حملہ آور کو بھی رہبر کا یہ پہنچانا

بہنگامِ طپیدن زار۔ اف آں ناسزا چہ کرد
نداند قصۂ بولہب۔ او با مصطفٰےؐ چہ کرد

در تقریبِ غسلِ صحت مولٰینا ثناء اللہ صاحب مدظلہ العالی

(از مولوی ابو الوفا مصطفٰے خان نادمؔ اجمیری)

تصویرِ شریعت ہیں مولانا ثناء اللہ
عالم بھی ہیں فاضل بھی، ہر فن میں ہیں کامل بھی
اخبار کے حافظ ہیں، مذہب کے محافظ ہیں
اسلام کے خادم ہیں، مقبولِ اعاظم ہیں
توحید کے حامی ہیں، مذہب کے پیامی ہیں
تکلیف میں صابر ہیں، آرام میں شاکر ہیں
ہے سینۂ بے کینہ، اخلاص کا آئینہ
تصویرِ صداقت ہیں، مراۃِ شریعت ہیں
اللہ رکھے دائم، اللہ رکھے قائم

تنویرِ ہدایت ہیں مولانا ثناء اللہ
وہ خضرِ طریقت ہیں مولانا ثناء اللہ
اک زندہ کرامت ہیں مولانا ثناء اللہ
... وقت غنیمت ہیں مولانا ثناء اللہ
اسلام کی عزت ہیں مولانا ثناء اللہ
وہ عاشقِ سنت ہیں مولانا ثناء اللہ
تفسیرِ محبت ہیں، مولانا ثناء اللہ
اللہ کی رحمت ہیں، مولانا ثناء اللہ
مُسلم کی حمایت ہیں، مولانا ثناء اللہ

تاریخ یہ نادمؔ سے آخر کہی ہاتف نے
کہہ! صاحبِ ہمت ہیں مولانا ثناء اللہ

۱۳ ۵ ھ ۷

قطعۂ تاریخ اُردو
بر حملہ قاتلانہ

(مرقومہ جناب شاکرؔ صدیقی صاحب از سرس ضلع گیا)

ایکہ تیرا نام ہے اللہ کی حمد و ثنا
منتخب رب نے کیا ہے تجھ کو ملت کیلئے
تو مفسر، تو محدث، تو مناظر، تو فقیہ
مرتبہ تیرا فزوں ہوتا نہ بے گھائل ہوئے

ایکہ تیری ذات ہے لاریب اک شمعِ ہدا
گلشنِ اسلام کا ہے تو گلِ رنگیں قبا
مجمع اوصاف تو ہم میں ہے بے چون و چرا
جو کمی تھی وہ ہوئی پوری بحکمِ کبریا

فکر تھی تاریخ حملہ کی یہ شاکر نے کہا
زخم کھا کر بچ رہے زندہ جناب بوالوفا

۵۶ ——— ۱۳ھ

ایضاً فارسی

چوں شنیدم حملۂ قاتل شدہ غم ہم فزوں | بعد زاں مسرور گشتم خبرِ صحت بود چوں
مخزنِ فضل و کمالات اے جناب بوالوفا | بر تو باشد سایۂ صناعِ چرخِ نیلگوں
غازیِ ملّت شدی چوں زخم خوردی از عدو | حق ز تو گردد علو باطل شد از تو سرنگوں

گفت سالِ حملہ و صحت بہم شاکر چہ خوب
بوالوفا مجروح بودہ گو بصحت شد کنوں

۵۷ ——— ۱۳ھ

تاثرات آثمی

(از نسیم آثمی صاحب (فاضل ادب) جامعہ قاسمیہ مراد آباد)

قیامت تک رہے یونہی خدا کے نام کا جھنڈا | ثناء اللہ کے ہاتھوں میں رہے اسلام کا جھنڈا
گرایا ہر جگہ سے بدعت و اوہام کا جھنڈا | کیا اونچا زمانے میں خدا کے نام کا جھنڈا
ہوا صادق بیانی کا مخالف ہر طرح قائل | پئے تقریر جب لیکر اٹھے اسلام کا جھنڈا
قیامت تک ثناء اللہ کے دم کو خدا رکھے | نظر آئے زمانے میں انہیں کے نام کا جھنڈا
رضاخانی نہ ٹھہرینگے مقابل میں موحد کے | وہ اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں سب اوہام کا جھنڈا

نسیمِ زار کی اللہ سے ہر دم دعا یہ ہے
دمِ آخر ہو اپنے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا

(مرسلہ۔ منیجر دواخانہ انصاری۔ مئو آئمہ)

امرتسر کی بالاجمال تاریخ اہل حدیث

اور

قاتلانہ حملہ کا تذکرہ

واقعات مندرجہ ذیل کی روایات حضرت مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم۔ مولوی طالع مند صاحب پنشنر اور ڈپٹی محمد شریف صاحب پنشنر متولی مسجد غزنویہ سے مسموع ہیں اور کچھ اپنے چشمدید واقعات بھی ہیں۔ (ابو الوفاء)

امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے۔ اسّی سال پہلے قریباً سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کہا جاتا ہے۔ عنایت ایزدی سے ایک صاحب امرتسر میں بصیغہ ملازمت سرکاری سکول میں آئے۔ ان کا نام نامی مولوی غلام علی صاحب قصوری تھا۔ مرحوم بھی پہلے اسی خیال کے تھے مگر عنایت الٰہی سے توحید کی سمجھ آئی۔ آپ نے تبلیغ کا سلسلہ بصورت وعظ شروع کیا۔ سرکاری مدرسے کی ملازمت چھوڑ کر کٹڑہ سفید کی مسجد میں متوکلاً بیٹھ گئے۔ آپ کے توکل کی یہ شان تھی کہ کبھی کسی حاکم یا رئیس سے ملنے کو نہیں گئے۔ تبلیغ توحید کا اثر اور غلغلہ شہر میں بلند ہوا۔ عوام مسلمان خاصکر دُوسا شہر آپ پر غیظ و غضب کی نظر ڈالنے لگے۔ ایک مقدمہ توہین "چاہئے گیارھویں" کا بنایا گیا، ادھر حکام کے کان بھرے گئے کہ اگر ان کو چھوڑ دیا گیا تو شہر میں امن نہیں رہیگا، بصد کوشش دو سو روپیہ جرمانہ کرایا۔ مگر اس جرمانے نے مرحوم کے جوش توحید پر وہی اثر کیا جو کسی شاعر نے کہا ہے ؎

تعزیرِ جرمِ عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوقِ گناہ یاں سزا کے بعد

آپ نے پہلے سے زیادہ اشاعت توحید پر کمر باندھ لی۔ آپ کی تقریر پنجابی زبان میں ہوتی تھی، جس میں خدا نے خاص اثر رکھا تھا۔ اسی اثنا میں ایک صاحب مولوی حمایت اللہ

کشمیری تشریف لے آئے جو بڑے موحد، اشاعت توحید کے شائق تھے۔ مولوی غلام علی مرحوم سے ملتے جلتے اور علمی مسائل میں آپ سے مستفیض بھی ہوتے تھے۔ آپ نے کشمیریوں میں تبلیغ توحید شروع کی۔ ان دنوں کشمیری قوم امرتسر میں خاص عروج پر تھی اور رسوم مروجہ کی بڑی دلدادہ۔ اس لئے انہوں نے مولوی حمایت اللہ صاحب سے بڑی بدسلوکی کی بہت تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں۔ امرتسر کے سرکردہ حنفی عالم مولوی غلام رسول (عرف رسل بابا) مرحوم اور ان کے بھائی مولوی عزیز بابا مع اپنی ذریات کے مولوی حمایت اللہ کے شاگردوں اور مستفیضوں میں سے تھے۔ آخرکار مولوی صاحب مرحوم امرتسر سے ہجرت کر کے بھوپال اور وہاں سے مکہ معظمہ پہنچے۔ وہیں انتقال فرمایا۔ انا للہ! اعلی اللہ درجتہ

مولوی غلام علی صاحب نے درس ترجمہ قرآن جاری کیا۔ جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے۔ چونکہ یہ ابتدائی تحریک تھی۔ اس لئے مخالف اپنی مخالفت کے ساتھ آتے مگر خاص اثر لے کر جاتے۔ مولوی صاحب کا عقیدہ محدثانہ اور انداز بیان متکلمانہ تھا عموماً تفسیر کبیر کو مدنظر رکھتے تھے۔ آپ کے زمانے میں مسئلہ تحریق قرآن بھی شہرت پذیر ہوا یعنی قرآن کے بوسیدہ اوراق جلا دینے جائز ہیں۔ آپ نے اسکے متعلق تحریق اوراق ایک چھوٹا سا رسالہ شائع کیا۔ جس کی وجہ سے شہر میں اہل توحید پر آوازے کسے جانے لگے۔ امرتسر کے مشرق کی جانب آج کل کپڑے کی بڑی مارکیٹ ہے یہاں پہلے دکانیں تھیں۔ ان دکانوں میں پشمینے کا کام کرنے والے لوگ رہتے تھے۔ ان دکانوں میں دو شخص قریبی رشتہ دار میاں عبدالمجید اور مولوی اسماعیل بھی اہل حدیث خیال کے تھے۔ انہوں نے ایک دن دکان صاف کر کے پرانے کاغذات حساب کتاب کے جلا دیئے۔ مخالفوں نے شور مچایا کہ قرآن جلایا۔ رؤسا کی تحریک سے توہین قرآن کا مقدمہ بنایا گیا، نئے قرآن کا کچھ حصہ جلا کر عدالت میں پیش کیا گیا۔ شہادت کاذبہ سے ان کو دو سال قید کی سزا ہوئی۔ محکمہ اپیل سے معاف ہو کر بری کئے گئے۔ یہاں تک تو نور توحید امرتسر میں مغرب کی جانب مولوی غلام علی صاحب کے درس سے چمکتا رہا۔ اب مشرق کی جانب بھی چمکنے لگا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ کشمیری رئیس خاندان میں سے ایک صاحب مولوی احمد اللہ صاحب، مولوی غلام علی صاحب کے

شاگردوں میں سے علم توحید لے کر مشرق میں نمودار ہوئے۔ ان کا مکان شہر کے مشرقی حصہ کٹڑہ اہلووالیاں میں تھا۔ مولوی احمد اللہ صاحب دنیاوی حیثیت سے معزز خاندان کے ممبر تھے۔ علمی حیثیت سے بھی اچھے عالم، خوش بیان واعظ تھے۔ آپ نے کٹڑہ روغن منڈی مسجد تیلیاں میں جمعہ پڑھانا شروع کیا۔ اسی اثنا میں داروغہ محمد عمر مرحوم نے بتحریک، اپنے برادران حافظ محمد یوسف وغیرہ کے مسجد بنائی جو آج کل مسجد غزنویہ کے نام سے مشہور ہے مولوی احمد اللہ صاحب کو جمعہ کی امامت سپرد کی۔ مولوی صاحب موصوف جمعہ پڑھاتے رہے۔ اسی اثنا میں ایک فرشتہ سیرت انسانی شکل میں اپنے اہل ملک کی بے قدری کی وجہ سے غزنی سے امرتسر میں آیا۔ جن کا نام حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کو اہل توحید نے اسی مسجد غزنویہ میں ٹھہرایا جو داروغہ محمد عمر مرحوم نے بنائی تھی۔ مگر اہل شہر خاصکر اس زمانے کے رؤسا عظام نے اس بزرگ کی وہی قدر کی جو عموماً دنیا ایسے لوگوں کی کیا کرتی ہے۔ حکام کے کان بھرے کہ یہ شخص مجاہدین کا پیر ہے یہاں سے انکو مدد بھیجیگا۔ حکام اس زمانے کے مجاہدین کو "ہوا" سمجھ کر خوف زدہ ہو جاتے تھے اس زمانہ کا ڈپٹی کمشنر ہال صاحب تھا۔ جس کے نام سے ہال بازار بنایا گیا تھا۔ اسکے کان خوب بھر دیئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ممدوح کو چند روز کے لئے بلا اجرائے مقدمہ جیلخانہ میں بند کر دیا گیا۔ مگر آخر جیل سے نکالے گئے تو حکم ہوا کہ شہر سے نکل جاؤ کسی گاؤں میں جا رہو۔ امرتسر سے چار میل کے فاصلے پر ایک گاؤں خیردی ہے وہاں کے ذیلدار چوہدری سردار خان اہل توحید تھے۔ انہوں حضرت عبداللہ صاحب کی خدمت کرنا اپنی سعادت سمجھا۔ ان کو اپنے ہاں لے گئے۔ اتفاق حسنہ کہئے یا قدرت قدیر کا ظہور سمجھئے۔ ۱۸۵۷ء کے ایام غدر میں حضرت عبداللہ مرحوم دہلی میں حضرت میاں صاحب (نذیر حسین قدس سرہ) کے ہاں حدیث پڑھتے تھے انہی دنوں کسی زخمی انگریز کی خدمت کرنے والوں میں مولوی صاحب بھی تھے۔ اس انگریز نے شکریہ کی ایک چٹھی آپ کو دی تھی جو اتفاقیہ ان کے پاس سے نکل آئی۔ اسکو لیکر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری، شیخ رحیم بخش صاحب لاہوری مرحومین نے گورنمنٹ تک آواز پہنچائی تو حضرت ممدوح کو امرتسر میں قیام کرنے کی اجازت ہوئی۔ آخر

میں ہی آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کی قبر بھی سلطان ونڈ کے قریب قبرستان کی معمولی قبر (۱) نظر آتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ عبداللہ صاحب اور مولوی غلام علی صاحب وغیرہ علماء اہل حدیث اگر اہل توحید نہ ہوتے تو ان کی قبریں آج مزار مقدس کہلاتیں۔ جن پر بڑے بڑے گنبد ہوتے جن کی وجہ سے ان کے پسماندگان اور متعلقین کی معشیت کا اچھا گزارہ ہو جاتا جیسا کہ ملک کی عام زیارت گاہوں کا ہو رہا ہے۔ مگر اب وہاں کیا ہے۔ آواز آتی ہے ؎

برمزارِ ما غریباں نے چراغ و نے گلے - نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

مولوی غلام علی صاحب کی زندگی ہی میں مولوی احمد اللہ صاحب نے سلسلہ تبلیغ جاری کر رکھا تھا۔ مسجد غزنویہ میں حضرت عبداللہ صاحب کی اولاد امجاد مولوی عبداللہ ثانی غزنوی۔ مولوی عبدالجبار وغیرہ مرحومین نے درس قرآن اور حدیث جاری کر رکھا تھا۔ جس کا اثر بہت کچھ ہوا جزاھم اللہ خیراً۔ شہر کے معززین کی طرف سے مولوی احمد اللہ صاحب پر ایک طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا۔ یعنی ان کے مورثِ اعلیٰ کی بنائی ہوئی مسجد (معروف مسجد میاں محمد مرحوم) میں ایک حنفی کو امام بنایا گیا۔ جس کی وجہ سے ہنگامہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک بلوے کا مقدمہ بنا کر مولوی صاحب کو بھی پولیس میں طلب کرایا گیا۔ پولیس کپتان ان دنوں مسٹر وار برٹن نے (جو دراصل پشاور کے علاقے کے مسلمان زادہ عیسائی تھے۔ بڑے دور اندیش اور بڑے منتظم تھے) مولوی احمد اللہ صاحب کو مظلوم جانتے اور کچھ دلی اُنس بھی رکھتے تھے اس لئے بلوے کی تفتیش انہوں نے کسی سب انسپکٹر یا انسپکٹر کے سپرد نہ کی بلکہ خود اپنے ہاتھ میں لی۔ میرا چشمدید واقعہ ہے میں اس نظارے کو بھول نہیں سکتا کہ مسجد مذکور کے اصلی اور نقلی نمازیوں کا ایک جتھا کوتوالی میں حاضر تھا۔ مسٹر وار برٹن نے مولوی صاحب کو کرسی دی۔ مخالفوں کی طرف سے اعتراض ہوا یہ بھی ہماری طرح کے ملزم ہیں ان کو کیوں کرسی ملی ہے۔ مسٹر موصوف نے جھڑکا کہ چپ رہو۔ خدا کی قدرت کا ظہور دیکھئے ایک بہت بڑے سخت مخالف نے بیان دیا کہ لڑائی ہوتے وقت مولوی احمد اللہ نے کہا تھا

مارو کافروں کو شہید کر دو

مسٹر وار برٹن نے کہا کافر بھی شہید ہوتے ہیں؟ گواہ نے اور اس کے ساتھیوں نے بیک آواز

کہا۔ حضور ایسا ہی بکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر وار برٹن نے مولوی صاحب کا نام بلوے کے چالان سے خارج کر دیا۔ سب کو تنبیہ کر کے نکال دیا۔ مولوی صاحب کی حفاظت کا یہ انتظام کیا کہ ہر نماز کے وقت چار سپاہی اور ایک سارجنٹ مولوی صاحب کے مکان پر آتے اور عرض کرتے کہ چلئے صاحب نماز کا وقت ہے۔ مولوی صاحب جماعت کے ساتھ نماز پڑھ پڑھا کر فارغ ہوتے تو ان کو مکان پر پہنچا جاتے۔ پانچوں وقت ایسا ہی کرتے رہے۔ مختصر یہ کہ اہل حدیث کو اشاعت توحید کی وجہ سے امرتسر میں ہر طرح کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ آج امرتسر میں کچھ تو اہل توحید کی کثرت کی وجہ سے اور کچھ زمانے کے انقلاب سے یہ گمان نہ ہوتا تھا کہ اب بھی کوئی ایسا موقع آئیگا۔ لیکن قدرت کے راز کو قادر علیم ہی جانے کہ اس قربانی کے لئے اس نے خاکسار کو منتخب کیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ

امرتسر میں چند لوگ خاص عقیدے کے ہیں۔ جس کا اظہار ان لفظوں میں کیا جاتا ہے ؎

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

ان چند اشخاص نے ایک انجمن خدام عرس امام ابو حنیفہؒ بنائی ہے۔ جس کا اور تو کوئی کام سننے میں نہیں آیا۔ ہاں سال بعد ایک جلسہ کیا کرتے ہیں، جس میں اہل توحید پر خاص توجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ یکم، دوم، سوم نومبر ۱۹۳۷ء کو انجمن مذکور کا جلسہ مسجد میاں محمد جان مرحوم امرتسر میں ہوا۔ واعظین میں خاص قابل ذکر مولوی محمد یار بہاولپوری، مولوی بشیر ساکن کوٹلی لوہاراں، مولوی عبدالغفور وزیر آبادی، مولوی مسعود ساکن الہڑ ضلع سیالکوٹ وغیرہ تھے۔ جنہوں نے جماعت اہل توحید کے حق میں عموماً اور خاکسار کے حق میں خصوصاً بہت کچھ اظہار خفگی فرمایا۔[1]

---

[1] ان صاحبوں کی درافشانی کو بالاختصار مجلس اہل حدیث امرتسر کڑہ حکیماں نے بصورت اشتہار شائع کیا تھا جو درج ذیل ہے :-

شہادات حقہ | ہمارے سامنے جلسہ انجمن خدام امام اعظم امرتسر منعقدہ ۱-۲-۳ نومبر ۱۹۳۷ء کو مسجد میاں محمد جان مرحوم امرتسر کی تقریروں میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی کہے گئے۔

اس کے دفعیہ کے لئے جماعت اہل حدیث نے بھی ایک جلسہ مقرر کیا۔ جس میں تقریر کرنے کو میں بسواری تانگہ مع تین کس ہمراہیوں کے جا رہا تھا۔ کٹڑہ جہان سنگھ میں مسجد مبارک کے باہر پہنچ کر تانگہ سے اترا تو ایک نوجوان (قمر بیگ) نے "یا رسول اللہ" کا نعرہ مار کر تیز کیا ہوا گنڈاسہ (ٹوکہ) زور سے میرے سر پر مارا۔ جس سے پگڑی اور

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۵۶)

محمد دین دار اس وقت موجود تھا۔

ا۔ وہابی کو مارنے والا سو شہید کا ثواب پاتا ہے۔

ب۔ وہابی کو جو ایک جوتا مارے گا اسکو ایک حور ملیگی۔

ج۔ مسلمانو! آج امرتسر میں کچھ ہو جانا چاہئے تھا۔

کل تم ماتم کرو۔ سیاہ لباس پہنو (لوگو!) امرتسر میں وہابیوں کی وجہ سے دین کی عزت نہیں رہی۔

د۔ یا محمد کہنے سے وہابی کو بم کا گولہ لگتا ہے۔

(۱) بقلم خود محمد بن عبد اللہ بن فضل الدین پونچھی (ج)
(۲) عبد المنان بن مولوی عبد اللہ پونچھی مسجد غزنویہ (د)
(۳) محمد مسکین ولد غلام رتمان کیمبلپوری مسجد غزنویہ (ج)
(۴) عبد الرحمن پونچھی ولد خدا بخش بقلم خود مسجد قدس (د)
(۵) انیس الرحمن بنگالی ولد عبد اللہ مسجد کوہراں والی (ب)
(۶) مراد علی ولد عبد السلام تبتی بقلم خود مسجد مبارک (ج د)
(۷) محمد سلیمان بنگالی مسجد غزنویہ (ب ج د)
(۸) اسماعیل ولد نصیر الدین امام مسجد لوہگڑھ (د)
(۹) محمد برکت اللہ مسجد تیلیاں (ب)
(۱۰) محمد اسحاق ولد رحمت اللہ مسجد مبارک (ب)
(۱۱) محمد علی جان ولد ابراہیم مسجد لوہاماں ہاتھی دروازہ (ج)
(۱۲) محمد اسحاق حنیف مدیر "مبلغ" امرتسر لوہگڑھ (ج د)
(۱۳) بقلم خود جلال صابر کریموں ڈیوڑھی (د)
(۱۴) محمد علی ولد عبد الواحد مسجد تیلیاں (ب)
(۱۵) عبد الرحیم ولد عبد الرحمن مسجد گوہرانوالی (ج د)
(۱۶) محمد سعید ولد عطا محمد پونچھوی۔ مسجد قدس (ب ج د)
(۱۷) عبد المجید ولد شیخ قائم علی کوچہ دبگراں کٹڑہ جہان سنگھ امرتسر (ا ب ج د)
(۱۸) حکیم عبد الجبار ولد چوہدری عبد الکریم صاحب (ج)
(۱۹) ابو طیب محمد حسین کوچہ دبگراں امرتسر (ج)
(۲۰) محمد حسن ولد شیخ نواب الدین کٹڑہ بگیاں امرتسر (ج)
(۲۱) محمد شریف ولد شیر محمد بقلم خود دروازہ سلطانوند نویں گلی امرتسر (ا ب ج د)
(۲۲) عبد الحق ولد فضلدین مسجد قدس امرتسر (ج)
(۲۳) حافظ رکن الدین بقلم خود کٹڑہ بھائی امرت سر (ج د)
(۲۴) منشی محمد عمر کاتب امرتسر کوچہ نور شاہ (ج)

سخت کلاہ کٹ کر سر پر گہرے زخم آئے۔ بابو عبد المجید سکرٹری انجمن اہل حدیث امرتسر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اسی حالت میں اس نے ایک وار سامنے چہرے پر کیا۔ بوجہ پکڑے ہونے کے یہ وار کمزور پڑا۔ تاہم پیشانی سے ناک تک کافی زخم آیا۔ اس صدمے سے میں زمین پر گر پڑا۔ فوراً سنبھل کر ایک دکان پر کھڑا ہو گیا۔ خون میرے زخموں سے جاری تھا۔ چہرہ اور کپڑے خون سے رنگے ہوئے تھے۔ میں مثل شہداء سرخ رنگین نظر آتا تھا (اَللّٰھُمَّ احْشُرْنِیْ فِی الْمَقْتُوْلِیْنَ فِیْ سَبِیْلِكَ آمین) بعد رپورٹ نویسی اور معائنہ ڈاکٹری مجھے مکان میں لایا گیا۔ میری بے خبری میں عزیزی عطاء اللہ سلمہ اللہ نے مولانا ابراہیم سیالکوٹی کو بذریعہ تار اطلاع کر دی۔ صبح سویرے چند احباب عیادت کو بیٹھے تھے آواز آئی کہ مولوی ابراہیم آ گئے۔ میں نے جو دیکھا تو بے ساختہ منہ سے نکلا ؎

"دیکھ لو خستہ جاں کی صورت"

مولانا چشم پُرنم مجھ سے لپٹ گئے۔ ان کے لپٹنے سے مجھے وہی راحت ہوئی جو حضرت یعقوب کو یوسف سے ملتے ہوئی تھی۔ مولانا موصوف نے احباب کی پرواہ وارشید اذیت اور میری خستہ حالی پر نظر کر کے مجھے الگ کمرے میں لٹا دیا اور آپ بغرض حفاظت پاس بیٹھے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں سو گیا۔ مولانا ۵ نومبر کا جمعہ پڑھا کر مراجعت فرما ہو گئے۔ جس کی اطلاع مجھے بعد میں ہوئی۔ اسکے بعد صبح سے شب کے دس گیارہ بجے تک شہری اور بیرونی احباب کا تانتا لگا رہتا۔ یہ صورت کئی دنوں تک رہی۔

شکر للہ باوجود سخت زخم لگنے کے بتصرف الٰہی مجھے کانٹا چبھنے جتنی بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی ہاں جسمانی ضعف اس قدر تھا کہ بول نہیں سکتا تھا۔ جس کی آجتک بھی پوری تلافی نہیں۔

شکریہ احباب میرے مخلصین نے اس حادثہ میں جو ہمدردی کی ہے میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ ان کے خود تشریف لانے اور تاروں کے پہنچنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی کسی محبوب ترین ہستی کو تکلیف ہوئی ہے۔ خدا انکی محبت اور اخلاص میں ترقی بخشے۔

ملزم اپنا کام کر کے فرار ہو گیا۔ باوجود پولیس کی تلاش کے نہ ملا۔ اس کا پتہ بتانے والے کے لئے جماعت کی طرف سے انعام رکھا گیا۔ آخر کار کلکتے میں اس کا پتہ چلا جہاں سے وہ

پکڑا ہوا بذریعہ پولیس ۲۷ جنوری کو امرتسر پہنچا تو مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ مقدمہ کی کاروائی بالاجمال مجسٹریٹ کے فیصلے میں درج ہے جو بصورت اشتہار امرتسر وغیرہ بلاد میں شائع ہو چکا ہے۔ یہاں بھی درج ہے۔

بعدالت مسٹر وشن بھگوان ایم۔اے۔پی۔سی۔ایس
ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

فوجداری مقدمہ نمبر ۱/۱ ۱۹۳۸

مستغیث سرکار بنام ملزم قمر بیگ ولد نعمت بیگ مغل۔ عمر ۲۲ سال لوہار۔ سکنہ امرتسر کٹڑہ مہاں سنگھ۔

بجرم ۳۰۷ تعزیرات ہند۔ تاریخ ارجاع ۲/۲۸ ۱۱

فیصلہ

قمر بیگ ولد نعمت بیگ مغل عمر ۲۲ سال لوہار سکنہ امرتسر پر جرم زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند عائد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ملزم نے مولوی ثناء اللہ لیڈر جماعت اہل حدیث پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

مولوی ثناء اللہ حملہ کو یوں بیان کرتے ہیں :-

۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو قریباً دن کے ۴ بجے وہ تانگہ میں سوار ہو کر کٹڑہ مہاں سنگھ میں جہاں کہ انہوں نے مسجد مبارک میں اہل حدیث فرقہ کو مخاطب کر کے تقریر کرنی تھی جا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ بابو عبدالمجید۔ اسماعیل اور رضاء اللہ تھے۔ تانگہ سے اترنے کے بعد انہوں نے ڈاکٹر محمد اسحاق سے مصافحہ کیا۔ جبکہ اچانک ملزم نے یا رسول کا نعرہ لگا کر مولوی صاحب کی پیٹھ کی طرف سے ٹوکہ (گنڈاسہ) سے سر کی پچھلی اور داہنی جانب ضرب لگائی۔ مولوی صاحب حملہ آور کی طرف پھرے تو حملہ آور نے دوسری ضرب لگائی

جو پیشانی اور چہرہ پر لگی۔ مولوی صاحب نے قمر بیگ کو اپنے حملہ آور کے طور پر شناخت کر لیا تھا۔ تب وہ گر گئے اور تھانہ بی ڈویژن میں لے جائے گئے۔ جہاں کہ انہوں نے ابتدائی رپورٹ دی۔ جو اگز بٹ پی۔اے ہے۔ ان کی پگڑی اور کلاہ پی (۱) اور پی (۲) سر کی پچھلی طرف سے چوٹ لگنے کے سبب کاٹے گئے۔ اور پولیس نے اپنے قبضہ میں لے لئے۔ تھانہ سے وہ ہسپتال میں لے جائے گئے۔ جہاں پر اُن کا ڈاکٹری معائنہ کیا گیا۔ حملہ کا باعث انہوں نے یوں بیان کیا ہے کہ مخالف پارٹی المعروف خادمان عرس نے زیر اہتمام محمد الدین دار بتواریخ یکم۔ دوئم۔ سوئم نومبر ۱۹۳۷ء مسجد محمد جان مرحوم میں جلسے کئے اور اُن جلسوں میں مولوی ثناء اللہ اور اُن کی پارٹی کے خلاف نفرت پھیلائی وہ اس کو زیادہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔ لیکن ان کو گمان ہے کہ ملزم جس کو وہ اس سے پیشتر جانتے بھی نہ تھے۔ غالباً مخالف پارٹی کا رکن ہے۔

مولوی ثناء اللہ کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں :-

ڈاکٹر محمد اسحاق گواہ استغاثہ [۲]۔ عبدالرؤف گواہ استغاثہ [۳]۔ اسماعیل گواہ استغاثہ [۴] اور رضاء اللہ گواہ استغاثہ [۵] اور عبدالمجید گواہ جو کہ ہندوستان سے باہر حج کو چلے گئے ان کی گواہی جو مسٹر شوری مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۵۱۲ ضابطہ فوجداری قلم بند کی تھی اس مسل میں منتقل کر دی گئی ہے۔ انہوں نے بھی ملزم کو حملہ آور گردانا ہے۔ اور استغاثہ کی کہانی سے جو دوسروں نے بیان کی ہے۔ اتفاق کرتے ہیں۔

بابو رام تانگہ ڈرائیور گواہ استغاثہ [۶] جو کہ مولوی صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو مسجد مبارک تک تانگہ میں لے گیا تھا وہ بیان نہیں کر سکتا کہ آیا ملزم ہی حملہ آور تھا۔

سردار گوربچن سنگھ گواہ استغاثہ [۸] مجسٹریٹ فرسٹ کلاس جنہوں نے سب جیل کے اندر (۱/۲۸ ۲۸) کو شناخت پریڈ کروائی تھی اور جنہوں نے فرد شناخت پی۔ڈی تیار کیا تھا بیان کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ، اسماعیل اور رضاء اللہ نے درست طور پر ملزم کو شناخت کیا مگر بابو رام نے ایک دوسرے آدمی کو پہچانا۔ سب انسپکٹر گوربچن سنگھ گواہ استغاثہ [۹] نے ابتدائی رپورٹ پی۔اے قلم بند کی اور مولوی صاحب کی کلاہ اور پگڑی کو قبضہ میں

لے لیا اور ٹوکہ (گنڈاسہ) پی ع۲ جو کہ عبدالمجید نے پیش کیا تھا اسے بھی قبضہ میں لے لیا اور اُس نے مولوی ثناءاللہ صاحب کے زخموں کی بھی فرد تیار کی جو پی ڈی ہے سڈاکٹر پوری گواہ استغاثہ ع۱۰ اسسٹنٹ سرجن سول ہسپتال امرتسر نے مولوی ثناءاللہ صاحب کے زخموں کا ملاحظہ اسی دن شام کے سوا چھ بجے کیا تھا اور انہوں نے مندرجہ ذیل زخم پائے۔

(۱) ایک گہرا زخم ۸/۱ × ۲ جو کہ ہڈی تک گہرا اور سر کے پچھلے حصہ میں تھا اور سر کے دائیں طرف سے شروع ہوتا تھا۔ قطار میں اس زخم کے ساتھ اور ۱/۴ کے فاصلہ پر ایک اور گہرا زخم ۸/۱ × ۱ تھا جو کہ ہڈی تک گہرا تھا۔ ہڈی میں کٹ (قطع) کا نشان تھا جو سلاخ سے معلوم ہوتا تھا۔

(۲) ایک گہرا زخم ۸/۱ × ۲ ناک کے بائیں اور اوپر کی طرف تھا اور ہڈی تک گہرا تھا جو کہ زیادہ گہرے کٹ کا نشان رکھتا تھا اور نچلے حصہ میں زخم کی گہرائی ۴/۱ تھی۔

(۳) ایک گہرا زخم ۸/۱ × ۱ جو ۱/۲ گہرا اور ترچھا تھا اور بائیں ابرو کے اندر کی طرف لگا ہوا تھا۔

یہ زخم ڈاکٹر صاحب کی رائے کے مطابق ٹوکہ سے لگائے جا سکتے ہیں اور وہ تازہ تھے لیکن پنڈت دیویدیال پروسیکوٹنگ انسپکٹر گواہ استغاثہ ع۱۱ بیان کرتے ہیں کہ ملزم اُن کے روبرو بتاریخ ۲۷ جنوری ۱۹۳۸ء دن کے دس بجے کلکتہ کے دو سپاہیوں نے پیش کیا اور اُنکے پاس چٹھی P/H کمشنر آف پولیس کلکتہ کی تھی اور ملزم نے اپنا منہ چادر سے لپیٹا ہوا تھا۔ کیونکہ اُسکی شناخت ہونی تھی۔ اس لئے گواہ نے اسکو تلقین کی تھی کہ وہ چہرہ کو چھپائے رکھے اور اس معاملہ کے بارے میں چٹھی P/H پر ایک نوٹ دیا تھا۔

ملزم حملہ کرنے سے انکار کرتا ہے اور اپنی غیر حاضری ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اُسدن جس دن کہ حملہ ہوا تھا کلکتہ میں تھا اور امرتسر سے وہ پہلی نومبر کو رات کی گاڑی میں روانہ ہو گیا تھا۔

کُل گیارہ گواہان صفائی میں گزرے ہیں۔ پہلے چھ گواہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مولوی ثناءاللہ صاحب پر حملہ ہوتے دیکھا تھا، اور ملزم حملہ آور نہیں ہے اور ہتھیار جو استعمال کیا گیا تھا وہ ٹوکہ نہیں تھا بلکہ لوہے کی کھُری والا جوتہ تھا۔ مگر ملزم کی غیر حاضری ثابت کرنے کی خاطر تین گواہان نے صفائی پیش کی ہے۔ رحیم بخش گواہ صفائی ع۷ بیان کرتا ہے

کہ اُس کا لڑکا باٹا نگر میں جو کہ کلکتہ کے نزدیک ہے قیام پذیر ہے۔ اور ساڑھے چار ماہ گزر چکے ہیں کہ ملزم (قمر بیگ) شہر امرتسر سے گیارہ بجے رات کی گاڑی میں روانہ ہُوا تھا۔ گواہ نے ملزم کو کچھ چیزیں اپنے لڑکے کو دینے کے لئے دی تھیں۔ بعد میں اُس نے اپنے لڑکے سے ان اشیاء کی رسید حاصل کی تھی۔

بابو معراج الدین ہیڈ بکنگ کلرک امرتسر گواہ صفائی ع۸ اپنی روزانہ کیش بُک سے ظاہر کرتا ہے کہ پہلی نومبر ۱۹۳۷ء کو تھرڈ کلاس کی ۸ ۱/۲ ٹکٹیں فروخت ہوئی تھیں جو کہ گیارہ بجے والی گاڑی کے لئے جاری کی گئی تھیں۔

غلام رسول گواہ صفائی ع۹ امرتسر کا درزی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ملزم اس کے گھر ۳۔ نومبر کو پہنچا اور ۴ نومبر کو ملزم نے اپنے آپ کو ۴ دن کے لئے غیر حاضر کیا تھا اور جب وہ واپس آیا تو اُس نے گواہ کے ساتھ ۲۰ دن گزارے۔

پچھلے دو گواہ بشیر احمد اور جیون فہرست گواہان صفائی میں درج نہیں تھے اُن کو سماعت کے آخری روز ملزم کا باپ لایا تھا۔ اور ملزم کی عرض پر اُن کی گواہی بھی قلم بند کی گئی۔

بشیر احمد بیان کرتا ہے کہ قریباً پانچ ماہ گزرے ہونگے کہ دن کے ۴ ۱/۲ بجے وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کی بیٹھک پر شطرنج کھیل رہا تھا۔ اسی اثنائے میں ایک آدمی دوڑے ہوئے آیا اور بیان کیا کہ کسی شخص نے مولوی ثناءاللہ پر جوتے سے حملہ کر دیا ہے۔ شطرنج کے کھلاڑی مسجد مبارک کی طرف دوڑے جہاں انہوں نے مولوی ثناءاللہ صاحب کو زخمی حالت میں زمین پر لیٹے دیکھا مَیں (یعنی گواہ) واپس آ گیا مگر ڈاکٹر محمد اسحاق کو وہاں مولوی صاحب کے ساتھ تانگہ میں چھوڑ آیا۔

جیون گواہ صفائی ع۱۱ بیان کرتا ہے کہ پانچ یا چھ ماہ گزرے ہونگے کہ دوپہر کے وقت وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کے مکان کے آگے سے گزر رہا تھا تو اس نے ملزم کو ڈاکٹر محمد اسحاق سے گالی گلوچ ہوتے دیکھا۔ گواہ مذکور کے دریافت کرنے پر ڈاکٹر محمد اسحاق نے بتایا کہ ملزم نے اس کی ایک قیمتی دوائی کی شیشی توڑ دی ہے اور یہ کہ ڈاکٹر محمد اسحاق ملزم کو کسی مصیبت میں مبتلا کرائیگا جس سے اس کا بچنا ناممکن ہو گا۔

مَیں نے اس مقدمہ کو غور و خوض کے ساتھ دیکھا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ

الزام ملزم پر ثابت ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اسماعیل گواہ استغاثہ مولوی صاحب کے دفتر میں نوکر ہے، عبدالمجید انجمن اہل حدیث (جس کا مولوی ثناء اللہ پریزیڈنٹ ہے) کا سیکرٹری ہے، عبدالرؤف بھی اہل حدیث ہے اور رضا اللہ مولوی صاحب کا پوتا ہے۔ ملزم اور ان کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ملزم کو حملہ سے پہلے جانتے بھی نہیں تھے۔ ان تمام نے بلاشبہ ملزم کو ہی مولوی ثناء اللہ صاحب کا حملہ آور بیان کیا ہے اور ملزم نے گواہان استغاثہ کے متعلق کوئی بھی ایسی بات ظاہر نہیں کی کہ انہوں نے کیوں ملزم کو جھوٹے طور پر اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق کی بابت ملزم نے دشمنی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کی یہ کوشش بالکل ناکام رہی اور قیمتی دوائی کی شیشی کے ٹوٹ جانے کا سبب جو جیون گواہ صفائی ۱۱ نے بیان کیا ہے صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ بات بعد میں بنائی گئی ہے۔ اور ڈاکٹر محمد اسحاق پر اس معاملہ میں جرح نہیں کی گئی۔ درحقیقت جو کچھ اُس سے جرح کے دوران میں پوچھا گیا وہ بالکل کسی مختلف بات کی بابت تھا۔ اُس پر جرح کے سلسلے میں یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ صفائی کی طرف سے اُس وقت بتایا گیا تھا یہ تھا کہ ڈاکٹر محمد اسحاق کے لڑکے کے شسر نے پولیس کی مدد سے ڈاکٹر کے گھر کی تلاشی کرائی تھی۔ نعمت بیگ ملزم کے باپ نے بھی گھر کی تلاشی کے سلسلے میں مدد کی تھی۔ ڈاکٹر محمد اسحاق کو ان الفاظ میں پوچھا گیا تھا کہ آیا اُس نے اُس وقت نعمت بیگ کو بدلہ لینے کی دھمکی دی تھی۔ میں کہہ چکا ہوں کہ جیون گواہ صفائی کو صفائی کے اور گواہوں کی فہرست میں نہیں رکھا گیا تھا۔ لیکن ملزم کے باپ کی طرف سے ۲۸۔ مارچ کو پیش کیا گیا تھا۔ اصل میں جب پہلی مارچ کو ملزم سے پوچھا گیا تھا کہ کیا وہ اپنی مبینہ شکایات جو کہ اُس کو ڈاکٹر محمد اسحاق کے خلاف ہیں پوری تفصیل سے بتلانے کے لئے تیار ہے۔ ملزم نے جواب دیا کہ وہ اس وقت اپنی شکایات بتانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ استغاثہ کے کسی بھی گواہ کا جھوٹا الزام دینے کا کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔

استغاثہ کے مضمون کی تصدیق ڈاکٹری گواہی بھی کرتی ہے۔ اور جو کچھ صفائی کے

گواہوں کی طرف سے بتایا گیا اُس سے اختلاف رکھتی ہے۔ میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ ڈاکٹر پوری کی رائے کے مطابق سر کے پچھلے حصے پر زخم کھری والے جوتے سے نہیں لگایا جا سکتا تھا بلکہ یہ زخم ٹوکے سے لگایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر نے دو گہرے زخم ایک ہی لائن میں ایک دوسرے سے سوا انچ کے فاصلے پر دیکھے تھے۔ میں نے ٹوکا پی ۳ دیکھا ہے جس کی تیز دھار میں دو دندے ہیں۔ یہ دندے غالباً زخموں کے درمیان کے فاصلہ کی وجہ ظاہر کرتے ہیں۔ زخم جو اغلباً ایک ہی ضرب سے لگے تھے۔ جیسا کہ گواہان استغاثہ نے بتایا ہے۔ اسی طرح سے زخم نمبر ۲ اور نمبر ۳ جو کہ ڈاکٹری شہادت کے مطابق ایک ضرب سے لگائے جا سکتے ہیں۔ چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق دوسری ضرب لگنے سے پہلے بابو عبدالمجید نے ملزم کے وار کرنے والے بازو کو پکڑ لیا تھا۔ جس سے یہ ظاہر ہے کہ کیوں دوسری ضرب نے زیادہ نقصان نہ پہنچایا۔

صفائی کی کہانی میں بعض اور ناممکنات بھی ہیں۔ صفائی کے چھ گواہوں نے بتایا کہ انہوں نے اوروں کے ساتھ حملہ دیکھا تھا۔ اُن میں سے کچھ حملہ آور کے پیچھے دوڑے لیکن پھر بھی حملہ آور بھاگ گیا۔ جو کہ ناممکن ہے۔ گواہوں میں سے کسی نے بھی سوائے اسکے کچھ نہیں بتایا کہ حملہ آور ملزم سے زیادہ موٹا اور لمبا تھا۔ یہ بات بعد میں بنائی گئی ہے۔

غیر حاضری کی شہادت بالکل جعل ہے۔ یہ بات کہ ۸½ تیسرے درجہ کی ٹکٹیں یکم نومبر ۱۹۳۶ء کو جاری کی گئی تھیں۔ بذاتِ خود یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ملزم اُن لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے ٹکٹیں لیں۔ رحیم بخش گواہ صفائی نمبر ۷ ملزم کا ہمسایہ ہے۔ اس لئے وہ اسکو بچانا چاہتا ہے۔ اس طرح کلکتے والا گواہ غلام رسول ملزم کے باپ کا ایک دیرینہ دوست ہے، وہ میری تسلی نہیں کر سکا کہ کیونکر اُس کو نومبر کی تین تاریخ یاد ہے جس دن کہ ملزم کا کلکتے پہنچنا بیان کیا جاتا ہے۔

گواہ صفائی نمبر ۱ بشیر احمد جو کہ سمن کے ذریعے طلب نہیں کیا گیا کی شہادت بھی مضحکہ انگیز ہے۔ اُس نے یہ تسلیم کیا کہ عموماً وہ اپنی دکان ۶ بجے سے پہلے نہیں چھوڑتا۔ لیکن اُس دن وہ دکان سے ۴ بجے چلا گیا۔ کیونکہ اُس کے مہمانوں نے اُسے گھر بلایا تھا۔ لیکن

(بقیہ بر صفحہ ۶۵ (تا ملیشل پیج))

بجائے جہانوں کے پاس جانے کے وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کی بیٹھک پر شطرنج کھیلنے چلا گیا۔

وکیل صفائی نے میری توجہ مولوی ثناء اللہ کے ابتدائی بیان اور دوسرے بیان جو کہ انہوں نے عدالت میں دیا کے اختلاف کی طرف مبذول کی۔ ابتدائی رپورٹ کے مطابق مولوی صاحب کا بیان ہے کہ اُن کو صرف ایک ضرب لگی لیکن اُن کا عدالتی بیان اور دوسرے گواہوں کی شہادت ہے کہ اُن کو دو نمایاں ضربیں لگیں۔ "کیفیت پولیس" جو کہ مولوی ثناء اللہ کی رپورٹ کے نیچے لکھی گئی ہے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولیس آفیسر جس نے رپورٹ مرتب کی تھی اُس نے بھی خود دو زخموں کی موجودگی نوٹ کی ہے اور زخموں کی فرد میں جو کہ اسی پولیس افسر نے تیار کی تھی، دونوں زخموں کا واضح طور پر ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر نے اُس دن سوا چھ بجے شام ان زخموں کا ملاحظہ کیا۔ اس لئے اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں زخم شروع ہی سے موجود تھے۔ یا تو مولوی صاحب دوسری ضرب کے لگنے کے بیان کرنے کو ابتدائی رپورٹ میں درج کروانا بھول گئے ہونگے کیونکہ اُس وقت اُن پر ایک تکلیف دہ حالت طاری تھی یا ابتدائی رپورٹ کے لکھنے والے آفیسر نے سہواً چھوڑ دیا ہو گا۔

اس لئے مجھے یہ کہنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب پر حملہ کرنے والا ملزم کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور اس کا ارادہ مولوی صاحب کو قتل کرنا تھا۔ ملزم نے حملہ کا آغاز یا رسول اللہ کا نعرہ لگا کر کیا۔ یہ نعرہ ایک تنگ دل متعصبانہ خیالات رکھنے والے کا ہوتا ہے۔ جس کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ ایک نیکی کا کام کر رہا ہے۔ اس نے پہلی ضرب اپنے دونوں ہاتھوں سے مولوی ثناء اللہ صاحب کے جسم کے اہم ترین حصہ پر لگائی اور جب مضروب اس کی طرف پھرے اس نے دوسرا وار کیا۔ پہلے وار کی شدت کلاہ اور پگڑی نے جو کہ مولوی صاحب نے پہنی ہوئی تھی نے کم کر دی اور دوسرے وار کا زور عبدالمجید گواہ کی مداخلت نے کم دیا تھا۔ ان حالات کے باوجود دونوں صورتوں میں ہڈی کٹ گئی۔ جرم جس کا ملزم مرتکب ہوا ہے

دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند کی زد میں آتا ہے۔ میں ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ملزم قمر بیگ کو مجرم گردان کو ۳ سال قید بامشقت کا حکم صادر کرتا ہوں۔

(سُنایا گیا)

(دستخط) وشن بھگوان

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

۶ ۳/۳۸

ایک سوال ـــ اور ـــ اس کا جواب

بعض احباب اخلاص مندی سے اور بعض معاندعناد سے یہ کہتے سُنے گئے ہیں کہ مولوی صاحب اپنے حملہ آور کو معاف کر دیتے تو یہ کام ان کی شان کے موافق ہوتا۔ سزا دلوانے میں ان کی عزت میں ترقی نہیں ہوئی۔ معاف کرنے میں ترقی کی امید تھی

جواب یہ ہے کہ صورت ہذا میں معاف کرنا میرے بس کا کام نہ تھا۔ کیونکہ اس مقدمہ میں مدعی سرکار تھی اور میری حیثیت ایک شاہد کی تھی۔ میرا بیان بحیثیت ایک شاہد کے لیا گیا تھا۔ اسی لئے مجھے دوسرے گواہوں کی طرح یومیہ خرچہ بھی ملا تھا۔

کیا میں اپنی شہادت میں غلط بیانی کر کے علاوہ سرکاری جرم کے قرآنی ارشاد لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ کی خلاف ورزی کرتا۔

یہ دونو کام میری حیثیت کے خلاف تھے۔ اس لئے ایسے اصحاب بات کرتے ہوئے اس قسم کے واقعہ کو قانونی اور قرآنی روشنی میں دیکھ کر رائے دیا کریں۔ (ابوالوفاء)

۱۴ - ۴ - ۱۹۳۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۴ نومبر ۱۹۳۷ء کے امرتسری قاتلانہ حملے کی دوسری یادگار

رسالہ

نورِ توحید

شمع توحید کے جواب میں طائفہ غالیہ کی طرف سے ایک چھوٹا سا رسالہ پروانہ تنقید نکلا تھا نورِ توحید اس کا جواب ہے۔

تصنیف

امام المناظرین مولانا ثناء اللہ امرتسری رح

ناشر

مکتبہ عزیزیہ جامع قدس

رحمٰن گلی نمبر ۵ چوک دالگراں لاہور۔ فون ۶۵۶۷۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ❁ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پہلے مجھے دیکھئے

(۱) عقیدہ توحید باری تعالیٰ جیسا قرآن شریف میں مذکور ہے اُس پر یقین رکھنا ہر کلمہ گو مسلمان کا فرض ہے۔

(۲) شان رسالت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) بھی جس طرح قرآن مجید میں مذکور ہے اسی طرح اس پر یقین رکھنا ایمان ہے۔ اور ان دونوں عقیدوں میں کمی بیشی کرنا کفر ہے۔ کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ ۔ محمد رسول اللہ

دو مجمل جملے ہیں۔ ان کی تشریح قرآن مجید کے مختلف مقامات سے جو ملتی ہے اس کا مختصر نمونہ یہ ہے اللہ اپنی الوہیت میں وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد رسول اللہ رسالت میں اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ اس دعوے کی تفصیل ہم نے اپنا رسالہ "شمع توحید" میں کی ہوئی ہے۔ جس کے جواب میں ایک رسالہ "پروانہ تنقید" ہماری نظر سے گزرا۔ گو وہ ایسی طرز سے لکھا گیا ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئے مگر ہم بقول "گونگے کی بات گونگے کی ماں سمجھے"۔ اسکو سمجھ گئے۔ اسکو دیکھ کر ہمیں بہت مسرت ہوئی۔ آج سے قریباً چالیس سال پہلے ہم نے ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی دیانند (آریہ گرو) کے چودھویں باب میں قرآن مجید پر تردیدی اعتراض ایک سو انسٹھ (۱۵۹) دیکھے تھے۔ جن کو دیکھ کر ہمیں قرآن مجید کی تصدیق مزید ہوگئی تھی۔ جس کے شکریہ میں ہم نے اس کا جواب موسوم "حق پرکاش" لکھا تھا۔ اسی طرح رسالہ "پروانہ تنقید" کو دیکھ کر شمع توحید کی صحت پر مزید یقین ہوگیا۔ اسی شکریہ میں "حق پرکاش" کی طرح یہ رسالہ "نور توحید" ناظرین کی خدمت میں پیش نظر ہے۔ خدا قبول کرے

خادم دین اللہ
ابوالوفاء ثناء اللہ
امرتسر
جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ
اگست ۱۹۳۸ء

اصل مضمون

رسالہ "شمع توحید" کا خلاصہ مصنف پروانہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں دکھایا ہے :-

(اول) یہ کہ حضور علیہ السلام کو درجہ عبودیت سے بڑھا کر پیش کرنا نصرانیت فی الاسلام کا ارتکاب ہے۔

(دوم) یہ کہ علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرنا صرف وہمی عقیدہ ہے۔ جس کی تردید قرآن وحدیث اور خود فقہ حنفی میں موجود ہے۔

(سوم) یہ کہ استعانت بغیر اللہ گناہ کبیرہ ہے۔ (پروانہ صفحہ ۲

جس طرح مصنف پروانہ نے ہمارے رسالہ کا اختصار دکھایا ہے ہم بھی اس کا اختصار دکھاتے ہیں۔ مگر اسی کے لفظوں میں آپ فرماتے ہیں اور کیا صاف فرماتے ہیں

"جب بنی نوع انسان کو خداتعالی اپنے صفات میں شریک بنا کر سمیع۔ بصیر۔ اور عالم بنا کر اعزاز بخشا ہے تو اگر حضور علیہ السلام کو ان صفات عامہ کے علاوہ مخصوص واردات میں اگر اپنے ساتھ شریک فرمالیا ہے تو کونسی بڑی بات قابل اعتراض ہوگی"۔ (پروانہ تنقید ص۱۲)

ناظرین کرام! آپ کو ہم دونوں بھائیوں کا اختلاف معلوم ہوگیا ہوگا۔ ان غالیوں کے نزدیک ابوجہل۔ نتھا سنگھ۔ رام دتا وغیرہ انسان بلکہ بلا کتا وغیرہ جملہ حیوانات بھی بوجہ سمیع بصیر ہونے کے خدا کے شریک ہیں۔ (جل جلالہٗ)

اس کی مزید تشریح اس پارٹی کے آرگن اخبار "الفقیہ" میں یوں کی گئی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ناظرین بغور پڑھیں اور یاد رکھیں :-

سنو! اور گوش دل سے سنو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنا کفر ہے۔ حضور اول وآخر ہیں اور ظاہر و باطن ہیں۔ اسود احمر کے حاکم ہیں خزانہ الٰہیہ کے مالک ہیں۔ قاسم نعم الٰہیہ ہیں تمام علوم غیبیہ پر آپ کی نظر ہے۔ سمیع بصیر خبیر ہیں۔ حیات النبی ہیں x رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہر اپنے عاشق صادق پکارنے والے کی پکار سنتے ہیں۔ مختار و مالک ہیں۔ آپ کا تصور ہردم نفع رسان ہے"۔ (الفقیہ امرتسر۔ ۷ جون ۱۹۳۶ء ص۸ کالم ۲)

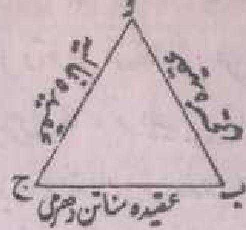
نور مصنف "پروانہ" نے جن مخصوص واردات میں آنحضرت کو خدا کا شریک بالامکان لکھا ہے۔ مذکور نامہ نگار "الفقیہ" نے اس عبارت میں اس کا کافی اظہار کر دیا جس کے لئے ہم اس کے مشکور ہیں۔ کیونکہ اب ان کا عقیدہ سمجھنے اور سمجھانے میں ہمیں دقت نہ ہوگی۔

ناظرین کرام! یہ ہے گروہ غالیہ کے مذہب کا بیان۔ حنفی دوستو! ہم جانتے ہیں کہ آپ لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں۔ پھر کیا ایسے غلط عقیدے کی تردید یا اصلاح کرنا آپ کا فرض نہیں؟ بحالیکہ یہ لوگ آپ لوگوں کے حنفی برادر حنفیت میں شریک ہونے کی وجہ سے حنفیت کے لئے موجب بدنامی ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسے لوگوں کی ایسی تحریروں سے غیر حنفی یہی سمجھتے ہیں کہ مذہب حنفی یہی ہے۔ شیخ سعدی مرحوم نے ٹھیک کہا ہے ؎

چو از قومے یکے بے دانشی کرد — نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

حق تو یہ ہے کہ غالیہ مسیحیہ اور سناتن دھرمی ہنود کے عقائد کو مثلث کی صورت میں دکھایا جائے تو بالکل مثلث متساوی الاضلاع بن جاتا ہے۔ مسیحی کہتے ہیں مسیح الوہیت کا اقنوم ہے۔ ہندو کہتے ہیں رام اور کرشن وغیرہ پرمیشور کے اوتار ہیں۔ طائفہ غالیہ کا عقیدہ اوپر آپ کے سامنے ہے۔ پس ان

تینوں گروہوں کا مثلث متساوی الاضلاع ایسا بنتا ہے۔ جس کی صورت یہ ہے :-



لطیفہ | حافظ ابن حزم محدث نے اپنی کتاب ملل والنحل میں لکھا ہے کہ رافضیوں میں ایک گروہ ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نبوت حق علی تھا جبرئیل نے خیانت کر کے محمد (علیہ السلام) کو دیدی۔ اس وجہ سے (فکفرہ[1]) انہوں نے جبرئیل پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

ان بے چارے رافضیوں نے تو ایک سفیر رسالت پر فتویٰ لگایا۔ مگر ہمارے مخاطب گروہ غالیہ نے اس سے ترقی کر کے خدا پر کفر کا فتویٰ کفر لگا دیا۔ کیونکہ سب سے پہلے خدا ہی نے قرآن مجید میں یہ جملہ خبریہ نازل فرمایا :-

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورہ کہف)

اس کے بعد معاذاللہ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی اس گروہ نے (گویا) کفر کا فتویٰ لگایا۔ کیونکہ حضور نے خود فرمایا ہے :-

انما انا بشر مثلکم انسیٰ کما تنسون (مشکوٰۃ باب السہو)

(میں تمہاری طرح کا بشر ہوں۔ جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں)

بلکہ علم عقائد کے اماموں اور مصنفوں پر بھی انہوں نے کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔ کیونکہ وہ بھی رسول کی تعریف یوں کرتے ہیں :-

الرسول انسان بعثہ اللہ الی الخلق لتبلیغ الاحکام (شرح عقائد نسفی)

یعنی رسول انسان (بشر) ہے۔ جس کو خدا تبلیغ احکام کے لئے مخلوق کی طرف

لہ جلد ۴ ص۱۸۳ - منہ — سلہ کہہ دیجئے کہ میں (رسول اللہ) تمہارے جیسا بشر ہوں

بھیجتا ہے :-

ہاں ہاں | صدمہ تو یہ ہے کہ انجمن حزب الاحناف ہند جس سے مکمل جواب لکھنے کی التماس دیباچہ پروانہ میں کی گئی ہے اُس) پر بھی یہ کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ کیونکہ وہ بھی اپنے رسالہ "العقائد" میں لکھتی ہے :-

نبی وہ بشر ہے جو خدا کی طرف سے آئے ہو جس قدر انبیاء گزرے سب بشر تھے :- (ص ۱۵/۱۶)

افسوس ان ظالموں کے فتویٰ کفر سے کوئی نہ بچا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے خدا۔ رسول کا بھی لحاظ نہ کیا۔ سچ ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اصل مضمون | مصنف پروانہ نے "شمع توحید" کے مضامین کا خلاصہ تین نمبروں میں بتایا ہے۔ جن میں سے نمبر اول یہ ہے۔

(۱) حضور علیہ السلام کو درجہ عبودیت سے بڑھا کر پیش کرنا نصرانیت فی الاسلام کا ارتکاب ہے۔ (بالکل صحیح ہے)

اس نمبر پر آپ لکھتے ہیں :-

اس کتاب (شمع توحید) میں تنقیص شان رسالت اور توہین مداحان رسالت کا ارتکاب ضرور کیا ہے۔ (صفحہ ۲)

للہ غور فرمائیے کہ مجیب صاحب نے "شمع توحید" کا خلاصہ نمبر اول جن لفظوں میں بتایا ہے۔ اس میں کوئی ایک لفظ بھی تنقیص شان رسالت کا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں عبودیت سے بڑھانے کو نصرانیت کہا ہے جو بالکل ٹھیک ہے۔ پس ہمارے ان اخوان یوسف کا مرکز نزاع یہ ٹھہرا کہ

حضرت مصطفےٰ احمد مجتبےٰ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبودیت کے دائرے
کے اندر تھے یا باہر۔ ہمارا دعوے کا ثبوت قرآن مجید میں بکثرت ملتا ہے۔ منجملہ
ایک دو آیتیں لکھتا ہوں۔ جملہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کو
معراج کے موقعہ پر جو قرب الٰہی حاصل ہوا تھا وہ ساری عمر کا نشان اعزازی ہے
اس کمال قرب کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ نے عبد ہی کا لفظ رکھا ہے۔

پہلی آیت ملاحظہ ہو:۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

(پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو شب معراج میں لے گیا)

بتائیے کمال قرب محمدی کا اظہار کس لفظ سے کیا جاتا ہے۔ عبدہ سے (اللّٰھم صلی علی عبدک محمد)

دوسری آیت منکرین قرآن کو جو چیلنج دیا گیا ہے وہ کن لفظوں میں ہے۔ قرآن مجید
سے پیش کرتا ہوں۔ سنئے!

اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ

(اے منکرو! اگر اس کلام کے منکر ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو
اس جیسا کلام بنالاؤ۔

ناظرین! نصاب شہادت کے قانون سے ہم نے دو گواہ صادق مصدوق پیش کردیئے
جن پر فریق مخالف جرح نہیں کرسکتا۔ اس شہادت سے صاف ثابت ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم عین حالت کمال قرب خداوندی میں بھی "عبد" تھے۔ للہ الحمد!

ہمارے اخوان یوسف (مولف پروانہ اور اسکے ہم نواؤں) کو مدح الرسول کا
بہت شوق ہے۔ ہم بھی ان کے شوق میں ترقی کی دعا کرتے ہیں۔ مگر مدح الرسول کو
مسیحیوں کی طرح غلو تک پہنچانے سے روکتے ہیں۔ کیونکہ یہ طریق خود ہمارے ممدوح
(علیہ السلام) کو پسند نہ تھا۔ یاد کرو وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت کی

موجودگی میں ایک لڑکی نے اپنے بزرگوں کی تعریف کرتے ہوئے مدح نبی میں یہ
مصرع کہہ دیا:۔ وفینا نبی یعلم ما فی غد (مشکوٰۃ باب اعلان النکاح)

(ہم میں اس وقت ایک نبی ہے جو کل کے واقعات جانتا ہے)

ارشاد نبوی ہوا:۔ دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین
(مشکوٰۃ باب اعلان النکاح)

اسے چھوڑ اور وہی اپنے بزرگوں کے واقعات گاتی جا۔

بلکہ غالی مداحوں کو غلو سے یوں منع فرمایا:۔

لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم انما انا عبدہ فقولوا
عبدہ ورسولہ۔ (مشکوٰۃ باب المفاخرہ)

اس حدیث کا ترجمہ مولانا حالی مرحوم نے یوں کیا ہے۔ جزاہ اللہ!

نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے دھوکا — کہ سمجھے ہیں عیسیٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا — میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا
سب انسان ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اسی طرح ہوں میں بھی اک اس کا بندہ

غالباً یہاں تک تو ہمارا اور ہمارے اخوان یوسف کا اتفاق ہے کہ مدح الرسول
میں غلو کرنا (حد سے بڑھنا) جائز نہیں۔ اس اتفاق کے بعد یہ جملہ بھی متفق علیہ ہے

"آنحضرت کے جو اوصاف قرآن و حدیث میں آئے ہیں وہ صحیح ہیں"

پس اس اتفاق کے بعد مصنف پروانہ اور اس کے مدیر کا ظلم و ستم سنئے۔ آپ نے
انجمن اہل حدیث امرتسر کے ایک اشتہار کا اقتباس دکھایا ہے۔ اس عبارت کی
تصحیح سے پہلے مصنف کی جرأت بتانے کو ہم اس اشتہار (سناتن دھرمی کتھا) سے
اصل عبارت نقل کرتے ہیں جو انجمن اہل حدیث امرتسر کی طرف سے نکلا تھا جس کو

ان لوگوں نے بری صورت میں دکھا کر اپنے پروانوں کو شمع پر جلایا۔ اشتہار کی اصل عبارت مع پروانہ کی عبارت کے پڑھیئے۔ اور غور کیجئے

اشتہار سناتن دھرمی کتھا

"قرآن کی نص صریح جس (آنحضرت کی) ذات ستودہ صفات کے حق میں ان الفاظ میں وارد ہو۔

(۱) قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝

قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝

جس کی اپنی شان میں یہ خداوندی ارشاد پہنچا ہو۔ لَآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ

ہاں ہاں جس کی شان میں یہ بھی وارد ہوا ہو۔
لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ

جو تکلیف اور بھوک کے وقت پیٹ پر پتھر باندھے[1] جس کو بخار چڑھے تو دوسروں سے دگنا چڑھے[2] اور فرمائے کہ مجھے اجر بھی دگنا ملتا ہے۔ جو انتقال کے وقت بڑی تکلیف کے ساتھ رخصت ہو[3]۔ جو اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کو صاف فرمائے[4]:۔ لَآ اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ جو اپنی غلامی کا اظہار

پروانہ تنقید

حضور علیہ السلام کی مدح سرائی کو سناتن دھرمی کتھا سے تعبیر کرتے رہے۔ اور یہاں تک تنقیص رسالت کا ارتکاب کیا کہ ایک اشتہار میں لکھ دیا کہ

وہی محمد جو تمہاری مانند بشر ہو،

جو کل کی بات نہ جانتا ہو،

جس کو عذاب کا ڈر ہو۔ جس کو اپنے انجام کی خبر نہیں جسکو شیطان تکلیف میں پھنسائے

غلطی کرا سکے، بیمار ہو سکے

اور جو یہ کہے کہ محمدؐ تو اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں

اس کو لوگوں سے دوگنا بخار ہوا تھا۔ بھوک سے پیٹ پر

[1] مشکوٰۃ باب ما کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2] خصائص کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۷۱۔ [3] بخاری شریف باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [4] مشکوٰۃ شریف باب الانذار والتحذیر۔

یہاں تک کرے کہ اِنَّمَآ اَنَا عَبْدٌ[5]

جو اپنے انتقال کے وقت وصیت فرما جائے:۔
لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ[6]

اگر اس بزرگ کی امت اسکو زمین و آسمان کا مالک سمجھے تو وہ مسیحیوں کو کس منہ سے کافر کہہ سکتی ہے۔"

پتھر باندھے تھے۔

یعنی بھوک کی تکلیف کو اپنے سے دور نہ کر سکے۔ جن کا بڑی تکلیف کے ساتھ انتقال ہوا۔ یعنی موت کو دور نہ کر سکے۔ کیا وہ کسی چیز کا مالک ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔"

ناظرین کرام! ان دونوں عبارتوں کو غور سے پڑھیں۔ پروانہ کی جس عبارت پر ہم نے خطوط دیئے ہیں وہ انجمن کے اشتہار (سناتن دھرمی کتھا) میں دکھانے کا غالیہ سے مطالبہ کریں۔ نہ دکھا سکیں تو بتائیں قرآن مجید میں جھوٹ بولنے اور افترا کرنے والوں کے حق میں کیا ارشاد ہے۔ بھول گئے ہوں تو ہم بتائے دیتے ہیں۔ سنئے!

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

(بحکم قرآن کسی پر جھوٹ افترا کرنا بے ایمانوں کا کام ہے)

اشتہار مذکور میں جو واقعات درج ہیں ان کا ثبوت خود اشتہار مذکور میں ساتھ ساتھ درج ہے۔ ناظرین حواشی میں ملاحظہ فرمالیں۔

اخوان یوسف! سنئے اور دل لگا کر سنئے! کانوں سے روئی نکال کر سنئے! سب مدعیان تصوف اور اہل سنت سر جوڑ کر جواب دیں۔

آپ صاحبوں کے گوش حق نیوش تک پہنچا ہوگا کہ آریوں نے ایک رسالہ (ذات مقدسہ کی توہین میں) موسومہ "رنگیلا رسول" شائع کیا تھا۔ جس کی وجہ سے صوبہ پنجاب بلکہ سارے ملک ہندوستان میں وہ چیخ و پکار مچی تھی کہ میدان حشر یاد آتا تھا۔ اس توہینی رسالہ کا جواب "مقدس رسول" کے نام سے کس نے دیا تھا؟

[5] مشکوٰۃ باب فی اخلاق و شمائلہ صفحہ ۳۲۱ مجتبائی
[6] موطا امام مالک رح

نہ جانتے ہو تو سنو! اسی نے دیا تھا جس کو محبان رسول نے اپنی مزعومہ محبت کے جوش میں واجب القتل جان کر ۲۸ ۔ نومبر ۳۷ء کے روز قاتلانہ حملہ کرکے شہید کرنا چاہا تھا ۔ اور اس کے منہ پر یہ شعر تھا ؎

لست ابالی حین اقتل مسلما ۔ علی ای شق کان فی اللہ مصرعی

جس کا مطلب استاد غالب مرحوم نے یوں ادا کیا ہے ؎

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر

چند سوال | جی چاہتا ہے کہ پروانہ پارٹی سے چند سوال کرکے مسئلے کو حل کرائیں

(۱) آنحضرت علیہ السلام کسی بشر کے بیٹے تھے ؟
(۲) آنحضرت کھاتے پیتے تھے ؟
(۳) آنحضرت کی بیویاں تھیں ؟
(۴) آنحضرت غسل جنابت کرتے تھے ؟
(۵) آنحضرت صاحب اولاد تھے ؟

ان سوالوں کے جوابات اگر مثبت ہیں تو پھر بشریت اور عبدیت میں کیا کلام ؟

اللھم نشھد ان محمدا بشر عبدک و رسولک

پروانہ صاحب! | اپنی قابلیت اور سنیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

اگر وہابیوں کے نزدیک آنحضرت بشر ہیں تو وہ درود یوں پڑھا کریں ۔

اللھم صل علی بشرک ۔ (ص ۳)

سچ تو یہ ہے کہ اس لیاقت اور دیانت کے لوگ جو بھی کہیں بجا ہے ۔ جن کو خبر نہیں کہ بشر کا لفظ ذو اضافت نہیں ۔ اس لئے یہ مضاف نہیں ہو سکتا ۔ الا جب اسکو عبد کے لفظ سے تعبیر کریں تو اس وقت بے شک ہم کہیں گے :-

اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

منطق کی ٹانگ کس نے توڑی ؟ | میں سچ کہتا ہوں علوم آلیہ میں سے علم منطق میرا محبوب ترین علم ہے ۔ مصنف "پروانہ" نے ایک سرخی لکھی ہے ۔ "مولوی ثناء اللہ نے منطق کی ٹانگ توڑ دی" ۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ گروہ غالیہ کی طرف سے آیت استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم پیش کی جاتی ہے ۔ جس کے متعلق میں نے "شمع توحید" میں لکھا تھا :-

"اللہ تو بذات خود استجابت کا حقدار ہے ۔ اس کے لئے اذا دعاکم لما یحییکم کی شرط اس میں نہیں ۔ رسول کی دو حیثیتیں ہیں ۔ پہلی بشریت کی ۔ دوسری رسالت کی ۔ اس لئے رسول کی استجابت کے لئے اذا دعاکم لما یحییکم کی شرط لگائی گئی ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ہر بات ہر حال میں مانو ۔ اور رسول کا وہ حکم تم پر واجب العمل ہے جو رسالت کی حیثیت میں ہو ۔ اس کی منطقی اصطلاح سمجھنا اور سمجھانا بالکل آسان ہے ۔ استجیبوا للہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور استجیبوا للرسول قضیہ مشروطہ عامہ ہے ۔ فافہم ولا تکن من القاصرین ۔" (ص ۱۴)

اس عبارت کے آخر میں جو میں نے لا تکن من القاصرین لکھا تھا یہ فقرہ اہل منطق وہاں لکھا کرتے ہیں جہاں ان کو شبہ ہوتا ہے کہ ہمارا مضمون قاصر الفہم نہیں سمجھیں گے ۔ آخر وہی ہوا جو خیال تھا مصنف پروانہ نے اس عبارت پر خوب جلی کٹی سنائیں ۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

"باقی رہا منطقی زور تو اس کی قابلیت بھی قافِ قابل سے معلوم ہو چکی ہے کہ جملہ انشائیہ کو قضیہ مشروطہ عامہ بنایا جا رہا ہے ۔ حالانکہ منطقی صرف جملہ خبریہ کی بحث کیا کرتے ہیں ۔ بالفرض اگر ایک جملہ انشائیہ کو مشروطہ عامہ بنا لیا گیا تھا تو وصف عنوانی کا بیان بھی تو ضروری تھا ۔ لیکن تاویل میں اس کی طرف کوئی اشارہ تک بھی موجود نہیں ۔

ہم حیران ہیں کہ جب کوئی منطقی جناب کے یہ لفظ دیکھ پائیگا کہ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ قضیہ ضروریہ مطلقہ ہے اور وَ الرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ قضیہ مشروطہ عامہ ہے، تو کیا کہے گا؟ شاید یوں کہدے کہ جناب نے ہاتھی کا نام تو سنا ہوا ہے مگر شناخت کے وقت ایک بیموں کو ہاتھی بتا دیتے ہیں۔ ورنہ خود ہی بتائیے کہ آیت میں کہاں تاکیدی لفظ موجود ہیں کہ جن سے ضرورت ذاتیہ کا استنباط ہو سکے۔"

(پروانہ تنقید صفحہ ۹)

نور لاریب اہل منطق جملہ انشائیہ کو قضیہ نہیں کہتے اسیطرح جو مخاطب دانستہ نہ سمجھے اسکو مناظر نہیں بلکہ مجادل کہتے ہیں۔ سنئے :-

اے جناب! میں نے استجیبوا کو قضیہ نہیں لکھا بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں قضیہ ضروریہ مطلقہ اور مشروطہ کا مواد موجود ہے۔ کیونکہ اس کا مفاد یہ ہے۔

اللہ مستجاب بالضرورۃ والرسول من حیث الرسالۃ مستجاب بالضرورۃ

یہ دو قضیے ان دو قضیوں کی مانند ہیں :-

الانسان حیوان بالضرورۃ	والکاتب متحرک الاصابع بالضرورۃ
ضروریہ مطلقہ	مشروطہ عامہ

میرے اس بیان کا قرینہ خود "شمع توحید" میں ملتا ہے۔ جو یہ ہے :-

"اللہ تو بذات خود استجابت کا حقدار ہے اور رسول بحیثیت رسالت"

اہل منطق تو کلام میں یہاں تک ارتکاب تجوز کر دیا کرتے ہیں کہ العلم صورۃ کی جگہ حصول صورۃ کہہ دیتے ہیں۔ مجھے شبہ تھا کہ پروانہ پارٹی اپنے کمال علمی میں معترض ہوگی اس لئے میں نے بغرض تنبیہ لکھا تھا ولا تکن من القاصرین۔ سچ ہے ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے ۔ دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

میرے ایک صنفی برادر نے بھی میرے ایک معقولی فقرہ کی وجہ سے مجھے یتیم فی المنطق

لکھا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے :-

اہل میزان کا اتفاق ہے کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ ہے اور دائمہ مطلقہ کی نقیض مطلقہ عامہ حالانکہ ضروریہ کی نقیض ضروریہ کے مادہ اور دائمہ کی دائمہ کے مادہ میں بھی متحقق ہو سکتی مگر اہل میزان نقیض بتاتے ہوئے ممکنہ اور مطلقہ ہی کہا کرتے ہیں۔"

(اجتہاد و تقلید۔ طبع دوم صفحہ)

اس کے متعلق میرا ایک برادر لکھتا ہے :-

مولوی ثناء اللہ صاحب بے چارے منطق میں یتیم ہیں۔ فرماتے ہیں ضروریہ کی نقیض ضروریہ کے مادہ میں اور دائمہ کی نقیض دائمہ کے مادے میں بھی متحقق ہو سکتی ہے۔" (دوراثت)

بس یہ ہے میری منطقی یتیمی کا ثبوت۔

جواب یہ ہے کہ میری منطق دانی کا ثبوت تو خود اسی فقرے میں موجود ہے۔ کیونکہ میں نے لکھا ہے کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ عامہ اور دائمہ کی مطلقہ عامہ ہوتی ہے۔ ہاں میرا یہ قول کہ ضروریہ کی نقیض کبھی ضروریہ کے مادہ میں بھی متحقق ہو جاتی ہے۔ موجب یتم (یتیمی) ہے۔ اس لئے میں دو قضیے ضروریہ برادر موصوف کے سامنے رکھے دیتا ہوں

(۱) کل انسان حیوان بالضرورۃ

(۲) لا انسان حیوان بالضرورۃ

بتائیے یہ دونوں قضیے سچے ہیں یا جھوٹے۔ یا ایک سچا اور ایک جھوٹا۔ پہلی دو صورتیں تو معترض بھی نہ کہیگا۔ تیسری صورت یقینی ہے۔ تو بتائیں ان دو قضیوں میں نسبت تناقض نہیں تو کیا ہے۔ ہاں میں یہ بتا دوں کہ میں اہل منطق کی اصطلاح سے بے خبر نہیں ہوں نہ یہ فقرہ لکھتے وقت بے خبر تھا۔ اسی لئے میں نے اہل میزان کا قول پہلے لکھا تھا کہ ضروریہ کی نقیض ممکنہ ہے۔ چونکہ اہل منطق نسبت تناقض وغیرہ بتانے میں اتحاد جہت

لیتے ہیں۔ اس لئے ضروریہ کی نقیض ممکنہ اور دائمہ کی نقیض مطلقہ عامہ اور موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ بتاتے ہیں۔ حالانکہ ضروریہ کا ارتفاع ضروریہ سے اور موجبہ کلیہ کا ارتفاع سالبہ کلیہ سے بھی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ امثلہ مذکورہ سے ثابت ہے۔

ہاں بالغ صاحب! اگر کوئی کہے کہ ہماری پیش کردہ مثال (موجبہ کلیہ اور سالبہ کلیہ) میں موجبہ کلیہ کا ارتفاع ہے تو آپ اس کو تیمم کہیں گے؟ آپ خوشی سے تیمم کیجئے مگر ان دو قضایا میں نسبت بتائیے کیا ہے؟

میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے ان دو قضایا ضروریہ میں اصطلاحی تناقض نہ بتایا تھا۔ بلکہ اصطلاحی تناقض بتا کر مادہ ضروریہ میں اس کا تحقق بتایا تھا۔ ان دو باتوں میں بڑا فرق ہے۔ پس سنئے:۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا ست
سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا ست

وہابی کا علم نحو اس عنوان کے ماتحت "پروانہ" صاحب نے جو لکھا ہوگا ناظرین بقول قیاس کن ز گلستان من بہار مرا سمجھ گئے ہونگے۔ جس کی ہمیں شکایت نہیں کیونکہ یہ عربی مثال بالکل صحیح ہے۔ "من جہل شیئا عاداہ"۔ طائفہ غالیہ کی طرف سے خدا اور رسول کی وحدت کا ثبوت اس آیت سے دیا جاتا ہے:۔

وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ (پ۔ ع) اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

اللہ اور رسول زیادہ مستحق (ہے) کہ اسکو راضی کریں۔

کہتے ہیں ضمیر "ہ" مفرد ہے جو دونوں (اللہ و رسول) کی طرف پھرتی ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول ایک ہی ہیں۔ چنانچہ ان کا ہیڈ واعظ بہاولپوری اپنی تقریروں

میں صاف کہا کرتا ہے کہ اصل توحید یہ ہے کہ اللہ اور رسول کو ایک جانا جائے۔ الگ الگ جاننا ہی شرک ہے۔

میں نے اس آیت کے متعلق کہا تھا کہ تقدیر کلام اس آیت میں یوں ہے:۔

واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ

یعنی دراصل یہ آیت دو جملے ہے۔ ہماری اس ترکیب پر پروانہ سچ مچ جل گیا۔ اسی پریشانی میں لکھتا ہے:۔

یہ تاویل دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہابیوں میں اجتہاد اور قیاس تو کیے میرگا جرمولی سے بھی سستے ہیں۔ مگر یقرئون القرآن ولا یجاوز تراقیھم (دنیا)

نور اس لئے ہم اپنی ترکیب نحوی کا ثبوت کتب معتبرہ تفسیریہ سے دیتے ہیں۔ پس سنئے، صاحب کشاف جو علوم عربیہ خصوصاً علم نحو میں مسلم امام ہیں۔ اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں:۔ واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ کذالک۔

مفسر بیضاوی۔ سراج منیر۔ یہاں تک کہ صاحب جلالین جو درسی تفسیر ہے۔ یہ ترکیب لکھتے ہیں۔ محشی جمل بر جلالین نے تو بالکل واضح کر کے لکھا ہے:۔

والتقدیر فاللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ فیکون الکلام جملتین۔ (جمل وغیرہ)

نور پروانہ پارٹی کے ممبرو! یہ تفسیریں تمہارے پاس نہ ہوں تو اپنے مقتدا مولانا آسی کو دفتر "اہلحدیث" میں بھیجیں کہ وہ ملاحظہ فرمالیں۔ ان کا نام ہم نے اس لئے لیا ہے کہ وہ بلا تکلف کتب بینی کے لئے دفتر اہلحدیث میں تشریف لایا کرتے ہیں۔ ان کی خصوصیت اس لئے بھی ہے کہ وہی تم میں اہل علم ہیں۔ تشریف لائینگے تو ہم ایک مصرع اُن کی نذر کرینگے ؎ چُھپ نہ تو ہم سے کہ او ماہ جبیں دیکھ لیا

مختصر یہ ہے کہ ہم اہل توحید رسول اللہ کو بشر بوصف رسالت مانتے ہیں۔

طائفہ غالیہ حضور کو خدائی اوصاف میں شریک جان کر بشر کہنا کفر جانتا ہے اس لئے ہم ان کو مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے عقیدے کی تائید کے لئے التحیات میں سے عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کو نکال دیں۔ کیونکہ اس لفظ سے ان کے عقیدے پر سخت زد پڑتی ہے اور وہ ایسا پڑھنے سے کفر میں جا گرتے ہیں۔ اسلئے اسے نکال دیں ؎

نشانہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رُکے ہے ہاتھ ابھی ہے رگِ گلو باقی

توہین رسول کا نمونہ | پروانہ پارٹی کے ممبرو! واقعی اگر تمہارے دل میں عظمت رسول ہے اور واقعی تم توہین رسول پر دل سے خفا ہوتے ہو تو ہم تمہیں توہین رسول کا نمونہ سناتے ہیں اسکو سُن کر ایمان سے فیصلہ دینا کہ توہین کرنیوالے کون ہیں۔ تمہاری جماعت کا ہیڈ واعظ (محمد یار بہاولپوری) کسی خاص غرض کے ماتحت ملتان کے ایک مزار کے سجادہ نشین کے حق میں یہ شعر لکھتا ہے ؎

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتاں
بشکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمین آمد

یعنی (معاذ اللہ) سید الانبیاء علیہم السلام مدینہ سے چل کر صدر دین ملتانی کی صورت میں آگئے۔ تم اس شعر کو غلط جانتے ہو تو اس پر اظہار ناراضگی کیوں نہیں کرتے۔ اور اگر صحیح جانتے ہو تو ملتان میں جا کر اس بزرگ کی زیارت کرکے اصحاب رسول کیوں نہیں بن جاتے کیونکہ رسول اللہ کو دیکھنے والے اصحاب کہلاتے ہیں۔ پس یہ سہل نسخہ استعمال کرو اور اصحاب بن جاؤ۔

اف رے ظلم | ہائے رے بے ادبی! یہ ہیں اہل سنت اور یہ ہیں اہل تصوف سچ ہے ؎

جامی! چہ لاف مے زنی از پاک دامنی
بر خرقۂ تو ایں ہمہ داغ شراب چیست

علم غیب

"شمع توحید" میں دوسرا مسئلہ علم غیب درج تھا۔ جس کا خلاصہ مصنف پروانہ نے یوں بتایا ہے :۔ "علم غیب حضور علیہ السلام کے لئے ثابت کرنا صرف وہمی عقیدہ ہے جس کی تردید قرآن۔ حدیث اور خود فقہ حنفی میں موجود ہے" اس کے متعلق "پروانہ" کے مصنف نے ہتھیار ڈال دیئے (الحمد للہ!) اسکے الفاظ یہ ہیں :۔

"حضور علیہ السلام کو علم ما کان و ما یکون دیا گیا تھا۔ جس کو یُوں بھی تعبیر کیا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علم الاولین والآخرین عطا ہُوا تھا۔ اور ان فقرات میں نہ کل کا لفظ موجود ہے نہ جمیع کا لفظ دکھائی دیتا ہے۔ بلکہ اس میں دوام ثبوت کا بھی اشارہ موجود نہیں۔ کیونکہ یہاں پر اسمیت جملہ موجود نہیں۔ تو پھر آپ لوگ کیوں خواہ مخواہ ان کو غالیہ بنا کر عیسائیوں سے ملا رہے ہیں؟" (پروانہ تنقید ص۱۵)

نور | بہت خوب! مطلب یہ ہُوا کہ ہمارے زمانہ کے واقعات یومیہ اور آئندہ کا حضور علیہ السلام کو علم نہ تھا نہ ہے۔ اس لئے فقہاء حنفیہ نے معاملات میں آنحضرت کو کسی واقعہ کا گواہ کرنا کفر سمجھا ہے۔ الحمد للہ! اس مسئلہ میں آپ نے حق کو قبول کیا اور علم غیب کے قائلین سے آپ جدا ہو گئے۔ ع شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی

نار | بتایئے آپ اپنی محترم انجمن حزب الاحناف لاہور کے حق میں کیا کہیں گے جس نے یہ عقیدہ لکھا ہے :۔

زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے۔ (العقائد ص۲۲)

بھائی! شرح میں شرم کیا۔ صاف کہہ دیجئے کہ ایسے لوگوں کے حق میں شیخ ابن ہمام نے مسایرہ میں اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں وغیرہ نے وغیرہ میں کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

نار | آپ کی تحریر میں ایک لفظ قابل تشریح ہے۔ یعنی علم الاولین والآخرین۔ اس میں

لفظ علم مصدر مضاف ہے۔ اس کا مضاف الیہ یعنی الاولین والاخرین اس کا فاعل ہے یا مفعول بہ ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ مضاف الیہ مصدر کا فاعل ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جس قدر احکام شرعیہ پہلوں اور پچھلوں کو معلوم تھے وہ خدا نے سب مجھے (آنحضرت کو) سکھا دیئے جیسا کہ قرآنی آیت میں ارشاد ہے :-

اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی

(یہ قرآنی تعلیم پہلے صحیفوں میں یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں موجود ہے)

پروانہ صاحب! اس حدیث کے معنی صحیح ہیں یا نہیں۔ اگر صحیح ہیں تو اپنے ان بھائیوں کو جو علم غیب کی سند پر اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہیں حکم دیں کہ اس غلط عقیدہ سے باز آجاؤ۔ ورنہ خدا، رسول اور فقہاء تم پر سخت خفا ہونگے۔

نتیجہ تسلیم ہمارے عقیدے کے پروانہ صاحب نے ہماری پیش کردہ دلیل (آیت قرآنیہ) پر اعتراض کیا ہے۔ آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں :-

"**وہابی کی پہلی دلیل کا حشر** (۱) لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الایہ میں قیاس استثنائی کی بنیاد ایک قضیہ شرطیہ پر رکھی ہے جو محض عادی اور اتفاقیہ ہے جو کبھی منتج نہیں ہوتا اس لئے ضروری ہے کہ اس مقام پر وہ عنادیہ بالذات ہو۔" (پروانہ ص ۱۶)

نور ناظرین کرام اور برادران اسلام! اللہ غور فرمائیں کہ یہ دلیل جس پر پروانہ صاحب نے اعتراض کیا ہے ہماری ایجاد کردہ ہے یا خدا کی پیش کردہ۔ کچھ شک نہیں کہ یہ آیت قرآنیہ ہے۔ ہم نے تو منطقی اصطلاح میں اس کا مضمون ادا کیا ہے دلیل کو ایجاد نہیں کیا۔

طلباء مدارس عربیہ غور کریں۔ اگر قیاس استثنائی (لو کنت) الایہ منتج (نتیجہ خیز) نہیں تھا تو خدا نے اس کو پیش کیوں کیا؟ پروانہ صاحب کی منطق سے خطرہ ہے کہ وہ قیاس استثنائی متعلقہ توحید باری تعالیٰ پر بھی یہ شبہ پیدا کر کے توحید پر بھی ہاتھ صاف کر دینگے توحید کے متعلق ارشاد خداوندی بصورت قیاس استثنائی یہ ہے :-

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا

بتایئے اس قیاس میں وہی شبہ نہیں جو قیاس اول میں آپ نے پیدا کیا ہے۔

جناب پروانہ صاحب! قرآن مجید کی نصوص صریحہ منطقیہ میں پہلے بھی کسی مسلمان نے شبہ پیدا کیا، عجیب آپنے کیا (ہرگز نہیں کیا) کسی شاعر نے آپ کے حق میں کیا خوب کہا ہے۔

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

قیاس اقترانی شمع توحید صفحہ ۲۵ پر علم غیب کی نفی قرآنی الفاظ میں بصورت قیاس اقترانی ہم نے بتائی تھی جس کا صغریٰ کبریٰ یوں تھا :-

انا بشر (صغریٰ)۔ لا بشر یعلم الغیب (کبریٰ)

پروانہ صاحب فرماتے ہیں :-

قیاس اقترانی میں کبریٰ قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ آپ نے کوئی ثبوت قرآنی پیش نہیں کیا کہ انسان کو علم غیب نہیں ہوتا۔ (پروانہ صفحہ ۱۶)

جواب معلوم ہوتا ہے کہ کبریٰ پر منع وارد کر کے دلیل طلب کرتے ہیں۔

نوٹ :- طلب دلیل کو اعتراض کہنا پروانہ جی کی خاص اصطلاح ہے۔

پس اس کی دلیل میں ارشاد خداوندی سنئے :-

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ

(یعنی آسمان اور زمین کے رہنے والوں میں سے اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا)

کہئے یہ آیت ہمارے کبریٰ کی دلیل ہے یا نہیں؟

جناب! قرآن مجید کی تعلیم سے بے خبر ہو کر مذہبی تصنیف کرنے پر کہا جائیگا

ابھی دلربائی کے انداز سیکھو
کہ آسان نہیں دل لبھانا کسی کا

استعانت من غیر اللہ

شمع توحید میں یہ مسئلہ تیسرے نمبر پر درج ہوا ہے۔ استعانت کے معنی ہیں کسی سے مدد طلب کرنا۔ اس کی تفصیل ہم رسالہ شمع توحید کے صفحات ۳۶ و ۳۷ میں کر چکے ہیں۔ پروانہ کے مصنفین نے اس پر کوئی معقول اعتراض نہیں کیا۔ ہاں جو کچھ کہا ہے وہ خاصکر اہل علم اور اہل طلب کے لئے قابل دید و شنید ہے:-

وہابی کو سارے قرآن کی طرف توجہ دلائی نہیں جاتی	(اوّل) باوجود ایاک نستعین کے استعینوا بالصبر والصلوٰۃ خود قرآن مجید میں وارد ہے۔

(دوم) من ذا الذی ینصرکم کے ساتھ ہی یہ بھی وارد ہے کہ ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ من انصاری الی اللہ۔ حسبک اللہ و من اتبعک۔ والذین اٰووا و نصروا ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ۔

(سوم) یہب لمن یشاء۔ انک انت الوھاب۔ اگر وارد ہے تو ساتھ ہی یہ بھی وارد ہے کہ لاھب لک غلاما زکیا۔ والمدبرات امرا۔ فالمقسمات ذکرا۔ حسب تصریح اسلاف اسلام اس مقام پر نفوس قدسیہ مراد ہیں۔ اسی طرح عالم الغیب کے ساتھ یعلمہ اللہ بھی موجود ہے۔

(چہارم) حدیث شریف میں وارد ہے۔ استعینوا علی الحوائج بالکتمان اتوسل بک یا محمد یا عباد اللہ اعینونی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ امت مسلمہ کے نزدیک اس قسم کی روایات خلاف قرآن ہیں لیکن اہل تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ جب اعمال صالحہ سے توسل حسب تصریح آیات قرآنیہ جائز بلکہ مامور بہ ہے تو خود ایک نبی سے اس کی امت کے لئے توسل کیوں ممنوع ہوگا۔ کیونکہ آیت یحببکم اللہ میں خدا نے تعالیٰ نے اتباع رسول علیہ السلام کو اپنی محبت کے استحصال کے لئے واسطہ فی الاثبات بتایا ہے۔ اور واسطہ سفیر محض قرار

نہیں دیا" (پروانہ تنقید صفحہ ۲۱ و ۲۲)

نور ہم نے ان آیات کا ذکر رسالہ شمع توحید میں مفصل کیا ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ پروانہ صاحب نے شیخ سعدی کا یہ شعر اپنی ذات پر وارد کر کے جگ ہنسائی کا موقع دیا ہے۔ ؎

اگر صد باب حکمت پیش ناداں ۔۔۔ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

رسالہ کے ظاہری مصنف سے تو ہمیں گلہ نہیں کیونکہ وہ گلہ کا محل ہی نہیں۔ البتہ اس کے باطنی مصنف سے ضرور گلہ ہے کہ وہ باوجود اہل علم ہونے کے کسی خاص مصلحت سے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو اہل علم کی شان سے بعید ہی نہیں بلکہ ابعد ہیں۔ سنئے اور غور سے سنئے!

استعانت اپنے مفعول بہ کی طرف بغیر وسیلہ حرف جار کے متعدی ہوتا ہے ہم اس کے دو شواہد قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں۔ (۱) اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (۲) وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔ جہاں اس کے ساتھ حرف جارہ ب آئے تو اس کا مدخول مفعول بہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ذریعہ ہوتا ہے۔ پس اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ کے معنی یہ ہوئے کہ لوگو! بذریعہ صبر و نماز خدا سے مدد چاہا کرو نہ یہ کہ خود صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

پروانہ صاحب! آپ نے کبھی صبر اور نماز کو مخاطب کر کے اس طرح مدد مانگی ہے

یَا صَبْرُ اُنْصُرْنِیْ یَا صَلٰوۃُ اُنْصُرِیْنِیْ

بھئی! سچ تو یہ ہے کہ اگر تم ایسا کرو تو ہم تمہیں بریلی کا ٹکٹ لے دیں۔

رہی دوسری آیت مَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ الآیہ اس سے تو ہماری ہی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس کے پہلے یہ الفاظ ہیں۔ اِنْ یَخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِنْ بَعْدِہٖ اگر خدا تمہیں ذلیل کرے تو اسکے سوا کون تمہاری مدد کر سکتا ہے۔

آیت اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ بھی ہماری تائید کرتی ہے کیونکہ اس میں اللہ ہی یَنْصُرْکُمْ کا فاعل ہے۔ اگر تنصروا پر نظر ہے تو ہم سب اسکے فاعل ہیں۔ پھر تمہاری پارٹی ہم سے مدد کیوں نہیں مانگتی خواہ مخواہ پیروں فقیروں کے دروازوں پر کیوں بھٹکتی پھرتی ہے اور

قبروں پر چڑھاوے چڑھا کر حجر و شجر سے مدد مانگتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تنصروا کا مفعول بہ محذوف ہے۔ یعنی اِنْ تَنْصُرُوْا دِیْنَ اللّٰہِ۔ پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اگر تم (امت محمدیہ) توحید و سنت کی اشاعت کروگے تو خدا تمہاری مدد کریگا اور تم کو حملہ آور دشمنوں کے ٹوکوں (گنڈاسوں) سے بچائیگا۔ چنانچہ واقعہ بھی ایسا ہی ہوا جس کا تم لوگوں کو صدمہ ہے اور تم مجسٹریٹ (اے۔ ڈی۔ ایم) پر بے جا حملہ کرنے سے نہیں رکے[1]۔ جس پر شیخ سعدی تم کو تہدید آمیز لہجے میں فرماتے ہیں ؎

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست ۔ کہ از مشقت آں جز بمرگ نتواں رست

مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ کے بھی یہی معنی ہیں کہ اللہ کے راستے میں میرے دین کی مدد کرو (متوذ مسیح)۔ آیت حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (بھی آپ نے نہیں سمجھی۔ من کا عطف ضمیر ک پر ہے۔ پس معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ

اے نبی! تجھے اور تیرے تابعداروں کو اللہ ہی کافی ہے۔

چنانچہ دوسری آیت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ اسکی تفسیر کرتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کیا خدا اکیلا اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے (بے شک کافی ہے)

وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا کے معنی بھی وہی ہیں جو پہلی آیتوں کے ہیں۔

آیت اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَکَ فَاَجِرْہُ عام انسانی طاقت کے ماتحت ہے جو ہر حاکم وقت کو حاصل ہے۔ ہم بھی کسی بھاگے ہوئے شخص کو اپنے گھر میں پناہ دے سکتے ہیں۔ یہ امر متنازعہ نہیں ہے۔

آیت لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا کی تفسیر "شمع توحید" کے صفحہ ۳۸ پر ہم نے مفصل کی ہوئی ہے۔ جس کو مصنف پروانہ صاحب نے چھوا تک نہیں۔ چھوتے بھی کیونکر پنجہ شیر سے مقابلہ آسان نہیں ہے۔ ناظرین کے استحضار کے خاطر ہم "شمع توحید" کی وہ عبارت مکرر درج

[1] عدالت نے مداح رسول (مولوی ثناء اللہ) کا پہلو بھاری دیکھ کر حملہ آور کو سخت سزا دی۔ (پروانہ صدی)

کرتے ہیں:۔

"اس موقعہ پر غالیہ کی طرف سے بطور استدلال یا معارضہ حضرت مریم کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ جبرئیل نے جو انسانی شکل میں آیا تھا مریم کو کہا:۔

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (پ ۱۵۔ ع ۶)

میں اس لئے تیرے پاس آیا ہوں کہ تجھے پاک لڑکا ہبہ کروں (بخشوں)

اس استدلال کی تقریر یوں کرتے ہیں کہ جس طرح جبرئیل فرشتہ لڑکا دے سکتا ہے اسی طرح انبیاء و اولیاء بھی دے سکتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ اس شبہ کا جواب اسی آیت میں مذکور ہے۔ حضرت مریم نے جبرئیل کے جواب میں کہا:۔ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (پ ۱۶ ع ۵)

مجھے لڑکا کیسے ہوگا مجھے تو کسی بشر نے چھوا نہیں۔ (یعنی میں کنواری ہوں)

اس کے جواب میں فرشتے نے جو کہا وہ طائفہ عادلہ اور غالیہ میں فیصلہ کن ہے:۔

قَالَ کَذٰلِکِ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ

(سُن) تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ کام مجھ پر آسان ہے۔

مقام غور اور محل انصاف ہے کہ مریم کے استعجاب کرنے پر جبرئیل نے جواب میں اصل مالک متصرف خدا کو پیش کیا۔ ثابت ہوا کہ پہلی آیت میں جو لڑکا ہبہ کرنے کا ذکر ہے اس کا فاعل دراصل جبرئیل نہیں بلکہ جبرئیل کو رسول بنا کر بھیجنے والا خداوند تعالیٰ ہے چنانچہ جبرئیل نے کہا تھا:۔ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ ۔ میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا (ایلچی) ہوں (نہ خود مالک و معطی)

ثابت ہو گیا کہ طائفہ غالیہ کا خیال جڑ بنیاد ہی سے غلط ہے"۔ (شمع توحید ص ۳۸-۳۹)

ناظرین! اس تشریح کی موجودگی میں کوئی با انصاف مسلمان استعانت از غیر خدا کے لئے اس آیت کو پیش کر سکتا ہے؟ تماشے کی بات ہے کہ جس شخص (جبرئیل) کو لڑکا

بخشنے والا سمجھا جاتا ہے وہ خود اس کی تردید کر کے پروانہ پارٹی کو سمجھاتا ہے :-

قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۔ یعنی اے افراد غالیہ سُن رکھو کہ یہ کام خدا ہی کا ہے

اور وہی اس کو کر سکتا ہے ۔

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے معنی تدبیر کرنے والے کے نہیں ہیں بلکہ خدائی حکم جاری کرنے والے کے ہیں۔ کیونکہ اصل تدبیر قضائے حکم ہے جسے قرآن مجید نے خاصہ خداوندی قرار دیا ہے غور سے پڑھو! يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ (سورہ سجدہ)

(خدا ہی آسمان سے زمین تک حکم جاری کرتا ہے)

فقرہ استعینوا علی الحوائج بالکتمان معلوم نہیں کیوں نقل کیا گیا۔ اس کا تو ترجمہ ہی پروانہ پارٹی کے رد کو کافی ہے۔ اس کا مفعول بھی مذکور نہیں۔ شاید پروانہ صاحب نے ان کو مفعول سمجھا ہے اور اپنے زاویہ خمول میں بیٹھ کر یوں دعا کرتے ہونگے۔ یا کتمان انصرنا من الوھابیہ ۔ کیا ہی مضحکہ خیز باتیں ہیں۔ مطلب اس عبارت کا (جسکو پروانہ صاحب نے حدیث کہہ کر لاپتہ چھوڑ دیا) یہ ہے کہ لوگو! اپنی حاجتوں میں چھپ کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرو (خصوصاً صبح کے وقت)

حدیث اتوسل بک یا محمد بعد ثبوت بھی آپ کو مفید نہیں ہے کیونکہ اس کا ترجمہ یہی ہے کہ یارسول اللہ میں آپ کے ساتھ ہو کر خدا کا قرب[1] حاصل کرتا ہوں۔ معلوم نہیں اسکو پروانہ نے کیوں نقل کیا۔

فقرہ یاعباد اللہ اعینونی کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔ اگر ہے تو پروانہ صاحب کا فرض ہے کہ اس کا حوالہ پیش کرے۔ بعد ثبوت صحت حدیث ہم اس کا مطلب یوں بیان کرینگے کہ یہ ان امور کے متعلق ہے جو انسانی طاقت کے اندر ہیں۔ پس یہ مضمون تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے ماتحت ہوا جس کی تفصیل ہم شمع توحید کے صفحات ۳۶ / ۴۷ میں کر چکے ہیں۔

ہاں پروانہ صاحب نے یہ خوب لکھا ہے کہ :-

[1] التوسل والواسلۃ ھی القرب (قاموس)

اہل تحقیق کا مسلک یہ ہے کہ جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے تو نبی سے توسل کیوں ممنوع ہوگا

نور | یہ مغالطہ دہی یا مغالطہ خوری ہے۔ توسل اور استعانت میں بڑا فرق ہے۔ توسل سے ہم منکر نہیں کیونکہ اس کی تشریح حدیث میں یوں آئی ہے کہ دعا کرنے والا پہلے خدا کی تعریف کرے پھر نبی علیہ السلام پر درود بھیجے پھر دعا مانگے تو قبول ہوگی۔ بس یہ ہے وسیلہ یا توسل۔ جسکے ہم بھی قائل ہیں۔ استعانت کے معنی ہیں خود مستعان سے طلب کرنا جیسے کوئی مشرک کہے کہ یارسول اللہ مجھے بیٹا دیجئے۔ اس کے ہم قائل نہیں۔ نہ صرف ہم بلکہ ائمہ مجتہدین اور اصحاب و تابعین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کہنا اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے خلاف ہے۔ کسی صوفی صافی نے کیا ہی سچ کہا ہے ؎

چونکہ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ خوانی ۔ پس چرا غیر را معین دانی

مختصر | یہ ہے کہ ہمارا مذہب سمجھنے کے لئے کلمہ شہادت (اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ) کافی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی جمیع صفات کاملہ میں وحدہٗ لاشریک ہے اور محمد رسول اللہ (صلعم) اپنی رسالت کاملہ میں متوحد (منفرد) ہیں۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد و بارک وسلم

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

طائفہ غالیہ کا بے جا حملہ

اور

اس کا دفعیہ

(خاکسار محمد عبداللہ (ثانی) ناظم جمعیۃ تبلیغ اہل حدیث پنجاب - امرتسر)

ناظرین کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر ایک رسالہ شمع توحید شائع کیا تھا۔ جس میں مسائل توحید بیان کرنے کے علاوہ مختصر روئداد حملہ بھی شائع کی تھی تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ توحید کے دشمن اس شمع کو بجھانے کے لئے کیا کچھ کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی ارباب شوق کی وہ چند نظمیں بھی درج کی تھیں جو انہوں نے اس واقعہ کے متعلق لکھی تھیں۔ فرقہ غالیہ کی طرف سے اس رسالہ کا جو جواب شائع ہوا ہے اس میں مسائل توحید کے متعلق چند شبہات وارد کرنے کے بعد زیادہ زور ان نظموں کی تنقید پر خرچ کیا گیا ہے جو واقعہ حملہ کے متعلق لکھی گئی ہیں۔ اور جن میں حضرت مولانا کے کارنامے بھی درج ہیں۔ طائفہ غالیہ نے ظاہر کیا ہے کہ اشعار مندرجہ شمع توحید میں مولانا ثناء اللہ کی مدح میں نہایت درجہ غلو کیا گیا ہے۔ چنانچہ مختلف مقامات پر مندرجہ ذیل فقرات لکھے ہیں:۔

شاعر نے چند اوصاف نبوت کو بھی اپنے مجدد (مولوی ثناء اللہ) کے سپرد کر دیا ہے۔

ان اوصاف کو ایسے متادب الفاظ میں بیان کیا ہے کہ گویا ایک بڑے رسول کی تعریف کی جا رہی ہے۔ جب مولوی ثناء اللہ کی تعریف کرنے لگ جاتے ہیں تو بات کا بتنگڑ بنا کر ان کو عرش معلیٰ تک پہنچا دیتے ہیں۔ شمع توحید میں مجدد امرتسری کو اتنا بڑھایا گیا ہے کہ کسی نبی کی شان بھی ان کے نزدیک اس مدحت سرائی کے قابل نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

رسالہ پروانہ تنقید پڑھنے کے بعد ہم نے ان نظموں کا بغور مطالعہ کیا۔ جن سے نتیجہ مذکورہ اخذ کیا گیا ہے تو وہی بات پائی۔

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

مذہب اہل حدیث میں میدان تحقیق بہت وسیع ہے۔ ہر شخص کو حق ہے کہ غیر رسول کی کہی ہوئی یا کی ہوئی بات کی آزادانہ تحقیق کرے۔ ہماری یہ عادت نہیں کہ پیر جی کچھ کہیں مگر مریدین صم بکم ہو کر سنیں خواہ وہ مرشد کو خدا بتائیں یا رسول کو خدا کہیں مگر مریدین چوں نہ کریں۔ ہم میں سے بڑے اور چھوٹے بفضل خدا صاحب عقل و دانش ہیں۔ خلیفۃ المسلمین اور ادنیٰ غریب مسلمان اعلیٰ درجے کا زاہد اور ادنیٰ درجے کا عابد اس امر میں یکساں ہیں کہ ان کی ذاتی رائے بذاتہا کسی دوسرے پر حجت نہیں۔ اس لئے جو رائے لکھیں گے بفضل خدا آزادانہ اور محققانہ لکھیں گے نہ اس میں کسی نامہ نگار کی رعایت ہوگی نہ مولانا ثناء اللہ صاحب کا لحاظ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

رسالہ پروانہ کا وہ حصہ جس میں شمع توحید پر چند بھونڈے اور بھدے اعتراضات کئے گئے ہیں اس حصہ کا جواب حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب نے کمال فراخ حوصلگی سے سنجیدہ تحریر میں لکھ دیا ہے اور ایسی یاوہ گوئی کا جواب احسن الفاظ میں دینا آج اس زمانہ میں مولانا ہی کا حصہ ہے۔ چونکہ اس حصہ کے جواب سے مولانا کی تحریر ہمیں سبکدوش کر چکی ہے اسلئے اس کو نظر انداز کر کے اس سے اگلے حصے کا جواب ہدیہ ناظرین ہے۔

مصنف پروانہ نے بعض نظموں کا ترجمہ عربی عبارت میں کیا ہے۔ معلوم نہیں کہ مصنف موصوف اس وقت حجاز میں پھر رہے تھے یا بغداد کی گلیوں میں یا حضرت پیر صاحب کے پاس بزعم خود بغرض استمداد پہنچے ہوئے تھے۔ جہاں پر انہیں لوگوں کو اردو اشعار کا مطلب سمجھانا مشکل ہو گیا اور عربی ترجمہ کرنے کی ضرورت پڑی۔ اور اگر انہوں نے اپنی عربی لیاقت بتانے کے لئے یہ کام کیا ہے تو اس سے بہتر تھا کہ گھر بیٹھے ہی مشق کرتے تاکہ دنیا کے سامنے

یہ راز نہ کھلتا کہ آپ کی عربی پنجابی ادبی سے زیادہ مزیدار نہیں ہے۔ چنانچہ ایک فقرہ ہم لکھتے ہیں اسی پر غور کریں :۔ مصرع۔ "بقول لین وحکمت بنایا غیر کو اپنا" کا عربی ترجمہ یوں کیا ہے :۔ "جعلت الاغیار من اھلك بلین القول والحکمة" جس کی ضرورت نہ تھی۔ عربیت میں مذاق رکھنے والے غالبیہ کے عربی دان کی ادبی کا بھی مزہ لیں۔ بہرحال ہم قابل اعتراض اشعار کو نقل کر کے ہر ایک کا جواب لکھتے ہیں۔ ناظرین بغور پڑھیں اور حاسدین کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس آتش کی جلن سے نجات دے۔ مصنف نے اس مضمون کو صفحہ ۲۲ سے شروع کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"جب مولوی ثناء اللہ کی تعریف کرنے لگ جاتے ہیں تو بات کا بتنگڑ بنا کر ان کو عرش معلیٰ تک پہنچا دیتے ہیں اور شانِ عبودیت سے نکل کر شانِ مجددیت، امامت اور احیائے اسلام یا تقرب الی اللہ کے تمام مدارج ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ ہے تمہارا اسلام ؟ امتی کو بڑھا کر خدا تک پہنچا دینا اور اپنے رسول کو صرف بشر کہہ کر اپنی شقاوت کا ثبوت دینا۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

عبارت مذکورہ سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مصنف پروانہ کے نزدیک جس شخص کو شان مجددیت مل جائے وہ شان عبودیت سے نکل جاتا ہے حالانکہ یہ بات بالاتفاق غلط ہے۔ بالکل عیاں بات ہے کہ مجدد بھی بندے ہی ہوا کرتے ہیں۔ اگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مجدد کہا جاتا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ شان عبودیت سے نکل چکے ہیں۔ کاش ہمارے پروانہ صاحب حدیث من یجدد لھا دینھا پر غور کر لیتے تو پھر سمجھ آجاتی کہ یجدد کا اسم فاعل مجدِد ہے۔ پھر یقیناً اس کو عبودیت سے خارج نہ کہتے۔ پروانہ صاحب عربی دان تو بہت ہیں اُردو دانوں کو اُردو سمجھانے کے لئے اس کی عربی بنا کر پیش کرتے ہیں مگر یہ نہیں سمجھے کہ مجدد کے معنی کیا ہیں۔ اگر یہ درست ہے کہ مجدد وہ ہوتا ہے جو شان عبودیت سے نکل جائے تو حدیث رسول علیہ السلام کا یہ مطلب ہوگا کہ خدا تعالیٰ ایسی ہستیاں بھیجا کریگا جو شان عبودیت

سے نکل ہوئی ہونگی تو پھر کیا ہونگی یہ آپ ہی بتائیں گے۔

صفحہ ۲۴ پر مجددیت کے دعویٰ کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے :۔

(الف) اس کی مدح وثنا خدا نے ہر جگہ پھیلائی ہے۔ مجدد مائۃ حاضرہ ہے۔ امام الزمان ہے۔ اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہے۔ شہرۂ آفاق ہے۔ جلال موسوی کا بروز۔ اخلاق احمدی کا نمونہ۔ (پروانہ تنقید صفحہ ۲۴)

اصل عبارت شمع توحید میں یوں تحریر ہے :۔

"جس کی مدح وثنا اللہ نے ہر جگہ پھیلا دی ہے۔ جو اس صدی کا مجدد ہے۔ جو اپنے زمانہ کا علم دینی وفن مناظرہ میں امام ہے۔ وہی جو مجسم اخلاق ہے۔ وہی جو شہرہ آفاق ہے، وہی جو فراعین بدعت کے لئے جلال موسوی کو جمال محمدی کی صورت میں لایا ہے۔ وہی جس نے دجاجلہ زماں کے لئے ضرب مسیحی کو اخلاق احمدی کی شکل میں ظاہر کیا ہے۔ وہی جس نے جالوت شرک پر داؤدی حربہ کو مصطفائی شیریں کلامی سے مبدل کر دیا ہے۔ وہی جس کے زخمی ہونے سے سارے ہندوستان کے سچے مسلمان تڑپ اٹھے ہیں۔ وہی جس کے زخم سر نے اسکی سواری پر مہر صداقت لگا دی۔ وہی جس کے قطرہائے خون نے جماعت موحدین پر زندگی کا آبحیات چھڑک دیا ہے۔ آہ! اگر وہ شہید ہو جاتا تو جماعت کی جان نکل جاتی۔ اسی کو یاد کر کے منہ سے بے ساختہ نکلتا ہے کہ

تو اگر کشتہ شدی آہ چہ شد حالتِ ما" (شمع توحید صفحہ ۴۳، ۴۴)

ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ عبارت منقولہ میں کونسا لفظ خلاف شرع ہے۔ مجدد کا جواب تو ہو چکا شاید امام الزمان پر ناراضگی ہو۔ مگر ہم صاف کہیں گے کہ ناقل نے بہت بڑی خیانت کا ثبوت دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مولانا یوسف صاحب فیض آبادی نے کچھ مدحیہ الفاظ مولانا کے لئے تحریر کئے تھے جو حدود شرعیہ کے اندر ہیں۔ ان میں سے الفاظ ذیل بھی ہیں :

"وہ اپنے زمانہ کا علم دینی وفن مناظرہ میں امام ہے۔"

پروانہ صاحب نے بہت چالاکی سے مضاف الیہ (فن مناظرہ) کو حذف کر کے اپنی طرف سے "زماں" مضاف الیہ بنا کر "امام الزماں" لکھ دیا ہے۔ اپنے نوشتہ پر جو چاہیں اعتراض کریں "بر کلہ خود باید زد" کا مصداق ہوگا۔

حملہ کی تاریخ کو یوم تبلیغ منانے کی تجویز جماعت کے درد دل رکھنے والے اصحاب میں سے ایک صاحب مولوی محمد یوسف صاحب فیض آبادی ہیں۔ انہوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب پر حملہ کی واردات کو سن کر قوم کو دعوت دی کہ اس صدمہ ناگہانی پر قوم کے افراد جمع ہو جائیں اور جماعت کی تنظیم کریں اور یہ تجویز بھی لکھی کہ

"جس تاریخ حضرت مولانا زخمی ہوئے ہیں (۲۹۔ شعبان) ہمیشہ کے لئے یوم التبلیغ بنایا جائے"

یہ ایک انفرادی رائے ہے جو مذہبی غرض سے ایک فرد نے قوم کے سامنے رکھی ہے۔ نہ اس کو عملی جامہ پہنایا گیا اور نہ کسی صاحب نے اسکی تائید کی۔ مگر پروانہ صاحب بحکم (قبل از مرگ واویلا) اس پر آپے سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔ اور اس کا نام "یوم زخم" تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ اصل محرک کے الفاظ میں یہ تجویز نہیں کہ "یوم زخم" منایا جایا کرے۔ مگر پروانہ صاحب شمع پر جلے جا رہے ہیں اور لکھتے ہیں:۔

"یوم وفات نبوی تو بدعت ہے اور یوم زخم مشروع اور کار ثواب ہے"

ہاں صاحب یوم وفات نبوی منانا بدعت ہے اور وہ آپ کی بدولت بدعت ہے۔ یوم وفات کو آپ شرعی امر جانتے ہیں اور نہ ماننے والے کو گنہگار۔ بلکہ شان رسول کا منکر قرار دیتے ہیں اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ سارا جہان اگر ۲۹۔ شعبان کو بجائے تمام دن تبلیغ کرنے کے ایک لحہ بھر بھی محرک کی تجویز کے مطابق تبلیغ نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں۔

اب اگر آپ کو شرم ہوگی تو آیندہ یوم زخم (جو آپ کی اختراع ہے) کا نام نہ لیں گے۔ اور اسے یوم میلاد کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہ کریں گے۔

صفحہ ۲۴ پر پروانہ کا سوز دیکھئے۔ لکھتے ہیں:۔

"ثنائی ارتقا کا نقشہ بھی کھینچا ہے کہ یہ وہ ہستی ہے کہ جس کے اوصاف معاذ اللہ رسول علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں۔ ماحی کفر و ضلالت دشمن بدعت و شرک۔ عالم خبیر اسلامی حملات کے سپر آہنی۔ تمام مخالفین پر غالب۔ رہنمائے اسلام۔ کامل معتبر۔ شرک و بدعت کو زیر و زبر کرنے والا۔ جناب کے مخالف کور و کر ہیں۔ خیرہ سر۔ جاہل۔ فتنہ گر اور ہادی فتنہ"

کیا اچھا ہوتا اگر پروانہ صاحب اپنی جدت نہ کرتے اور اشعار ہی نقل کر دیتے۔ جیسے ہم ان کے پیروں کے قصائد مدحیہ بجنسہٖ درج کر دیا کرتے ہیں۔ مگر بجائے اس کے نظم کی نثر بنا کر شائع کرنا ہی بتا رہا ہے ؎

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ - کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اصل بات یہ ہے کہ شاعر نے حضرت مولانا کے کارنامے اپنے رنگ میں بیان کئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا نے کفر و ضلالت کو مٹایا۔ بدعت سے دشمنی رکھی اور باخبر عالم ہیں اور اسلام پر مخالفین کی طرف سے جو حملے ہوئے ہیں آپ ان کا جواب دینے میں وہ کام دیتے ہیں جو تلوار کے سامنے ڈھال دیتی ہے۔

ہم بآواز بلند کہتے ہیں اور خدا کے فضل سے علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ مولانا موصوف ان صفات سے متصف ہیں۔ اور یہ وہی صفات ہیں جن سے پہلے زمانہ کے امتی علماء مثلاً امام ربانیؒ، امام غزالیؒ موصوف ہوتے رہے۔ سب سے بڑی بات جو پروانہ صاحب کو معلوم ہوئی ہے جس نے اس کو جلا کر خاک کر دیا ہے یہ ہے کہ مولانا موصوف کو مجدد کیوں کہا گیا۔

ہمیں حیرانی آتی ہے کہ یہ لوگ بریلی کے ایک مروّج بدعات کو مجدد کہیں اور کھلم کھلا اس کے لئے درود تجویز کریں اور صاف لکھیں:۔

اللّٰھم صل علی المولیٰ الھمام امام اھل السنۃ مجدد ملۃ رسول اللّٰہ وارث علوم رسول اللّٰہ سیدنا اعلیٰ حضرۃ الشیخ عبد المصطفیٰ احمد رضا خان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

(شجرہ حشمت احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۹۱)

کیوں پروانہ صاحب ہم نے اگر ایسے شخص کے حق میں مجدد لکھ دیا تو کیا جرم کیا جس نے جب قرآن مجید پر تقریباً تین سو اعتراضات ہوئے تو سب کا بطریق احسن جواب دیا۔ عیسائیوں نے "عدم ضرورت قرآن" لکھی تو اس نے خدمت اسلام میں اپنی ہمت صرف کی۔ خدا کے سچے رسولؐ کی توہین میں مخالفین نے سب سے زہریلا رسالہ "رنگیلا" لکھا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرنے میں تمام ہندوستان کے علماء سے پیش قدمی کی۔

آپ تو ایسے شخص پر پیغمبروں کی طرح درود پڑھیں جس نے خلاف اسوۂ رسولؐ بدعات کی ترویج دی، شرکیہ عقائد کو مسلمانوں میں جاری کیا۔ اور ہم اگر خادم دین رسول اللہ کو جس نے تمام عمر خدمت اسلام میں صرف کر دی مجدد لکھ دیں تو موردِ الزام ہوں۔ سچ ہے ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام ۔ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اب ہم وہ تمام اشعار "شمع توحید" سے نقل کر کے ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں جن کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے:۔ ؎

ماحی کفر و ضلالت دشمنِ بدعات و شرک
بوالوفا سا خادمِ اسلام عالم باخبر

اس زمانہ میں کہاں اُن سا مناظرِ ہند میں
رہ نما اسلام کے وہ ہیں نہایت معتبر

جانتے ہیں خدمتِ اسلام ایسے فعل کو
وہ تو جاہل ہے مگر ہیں اُسکے ہادی فتنہ گر

دشمن اسلام کے ہیں اسلام کے پیرو کہاں
کرتے ہیں اسلام کو بدنام ایسے خیرہ سر

بوالوفاء مولوی ثناء اللہ
آپ پر حق کی ہو مہربانی

خدمتِ اسلام آپ کا ہے کام
کیوں نہ ہو آپ کی قدردانی

آپ تو ہیں مناظرِ اسلام
کفر نے ہار آپ سے مانی

نام سے کفر آپ کے خائف
دبدبہ آپ کا ہے سلطانی

ذات ہے آپ کی حمیدہ صفات
اور اخلاق بھی ہیں لاثانی

ایک تقریرِ آپ کی شیریں
جس سے حاصل ہو نورِ ایمانی

آپ کے سر سے خون تھا جو بہا
راہِ مولا میں تھی یہ قربانی

جو کہ مومن پہ حملہ آور ہو
کب رہی اس کی پھر مسلمانی

کفر کی پھونک سے نہیں بجھتی
حق کی ہووے جو شمع نورانی

اے کہ تو نے خون اپنا نذرِ مولا کر دیا
ہو کے زخمی سب مسلمانوں کو زندہ کر دیا

مذہب باطل کی کمزوری نمایاں ہو گئی
دینِ برحق کی صداقت کو ہویدا کر دیا

ہندو اُزم کی کتھاؤں کا بکھیرا تار و پو
حق پرستوں نے اسے مکڑی کا جالا کر دیا

تیرے سر کے زخم نے اے سردارِ اہلِ حدیث
تیری سرداری کو عالم آشکارا کر دیا

تیرا ہر اک قطرۂ خوں بن گیا آبِ حیات
جس نے امرتسر کو اک امرت کا دریا کر دیا

جگ میں پھیلا دی تری مدح و ثنا اللہ نے
خلق میں تیری وفاداری کا شہرا کر دیا

ابنِ مُلجم کی شقاوت پھر ہوئی ہے آشکار
شیرِ حق پر جس نے امرتسر میں حملہ کر دیا

وار تجھ پر کیا ہوا اے علم کے روحِ رواں
سارے ہندوستان میں اک حشر برپا کر دیا

تصویرِ شریعت ہیں مولانا ثناء اللہ
تنویرِ ہدایت ہیں مولانا ثناء اللہ

عالم بھی ہیں فاضل بھی ہر فن میں ہیں کامل بھی
وہ خضرِ طریقت ہیں مولانا ثناء اللہ

اخبار کے حافظ ہیں مذہب کے محافظ ہیں
اک زندہ کرامت ہیں مولانا ثناء اللہ

اسلام کے خادم ہیں، مقبولِ اعاظم ہیں
اس وقت غنیمت ہیں مولانا ثناء اللہ

توحید کے حامی ہیں، مذہب کے پیامی ہیں
اسلام کی عزت ہیں مولانا ثناء اللہ

تکلیف میں صابر ہیں، آرام میں شاکر ہیں
وہ عاشقِ سنت ہیں مولانا ثناء اللہ

ہے سینہ بے کینہ، اخلاص کا آئینہ	تفسیر محبت ہیں مولانا ثناء اللہ
تصویر صداقت ہیں، مرأۃ شریعت ہیں	اللہ کی رحمت ہیں، مولانا ثناء اللہ
اللہ رکھے دائم، اللہ رکھے قائم	مُسلم کی حمایت ہیں، مولانا ثناء اللہ

(شمع توحید از صفحہ ۴۸ تا ۵۰)

ناظرین با انصاف خود ہی پڑھ کر بتائیں کہ کونسا ایسا لفظ ہے جس میں غلو کیا گیا ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ پروانہ جی مع اعوان و انصار حسد کی آگ میں جل بجھ گئے ہیں کہ ہم نے تو اہل اسلام کے مقتدا اور دین کے سچے خادم باوفا ابوالوفاء کو ذلیل کرنے کے لئے بلکہ دنیا سے ختم کرنے کے لئے ایک سرپھرے نوجوان کو کھڑا کیا تھا مگر یہ معاملہ اُلٹ ہوگیا۔ دنیا کے کل مذاہب آریہ، سناتنی، عیسائی وغیرہ کے سنجیدہ لوگوں نے اس فعل کو نہایت ہی بُری نگاہ سے دیکھا اور کشتہ بے گناہ کی شان دو بالا ہوگئی اور ہر طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی۔ بس یہی وہ چیز ہے جو طائفہ غالیہ کو بحکم اِنْ تُصِبْکُمْ حَسَنَۃٌ تَسُؤْھُمْ اچھی نہیں لگتی اور محض اپنے دلی بغض کو دنیا کے سامنے اس رنگ میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الفاظ مدحیہ کو مسخ کرکے رسالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہم ان الفاظ کی فہرست ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جو تمام شمع توحید میں ان کو نہ ملیں گے مگر پروانہ صاحب نے شمع توحید کے ذمہ لگائے ہیں۔

الفاظ منسوبہ	اصلیت
(۱) امام الزمان	(۱) شمع میں یہ لفظ نہیں ہے۔
(۲) جلال موسوی	(۲) مولانا ثناء اللہ کو نہیں کہا گیا۔
(۳) حربۂ داؤدی	(۳) ایضاً
(۴) محی الدین یدبیک	(۴) غلط ہے شمع میں نہیں۔
(۵) بروز اسد اللہ الغالب	(۵) بالکل جھوٹ ہے۔
(۶) پیغمبر مذہب	(۶) شمع میں نہیں ہے۔
(۷) عالم خبیر	(۷) یہ الفاظ بھی شمع میں نہیں۔
(۸) عدم المثل فی الذات والصفات	(۸) ہرگز شمع میں یہ الفاظ نہیں لکھے گئے۔ محض افترا ہے۔
(۹) تلمیذ الرحمٰن	(۹) شمع توحید میں نہیں ہے۔

مصنف پروانہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ اہل حدیث نے اپنے بزرگ کے حق میں ایسے تعریفی الفاظ تحریر کئے ہیں جو حدود شرعیہ کے اندر نہیں مگر ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ وہ ایک لفظ بھی ایسا ثابت نہ کرسکے جو شرعی حد سے متجاوز ہو۔

اب جگر تھام کے بیٹھو میری باری آئی ہم نمونۃً کچھ تعریفی الفاظ دکھانا چاہتے ہیں جو طائفہ غالیہ نے اپنے پیروں و بزرگوں وغیرہم غیر اللہ کے حق میں لکھے ہیں۔ سنئے! پیر جماعت علی شاہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:۔

"امیرالولائت رئیس الفضیلت — امام الہدیٰ صدر بزم شریعت
کلید در گنج نقد ودیعت — فنائی الحق و غرق بحر حقیقت
جماعت علی شاہ پیر طریقت

بعشق حق و حب محبوب یزداں — چو صدیق و عثماں بہ صدق و بہ احساں
چو فاروق و حیدر بہ عدل و بہ ایقاں — باوج طریقت مہ نور سلماں
جماعت علی شاہ اقلیم عرفاں

بہ نظارہ حسن یوسف جمالے — بہ مے خانہ عشق میر کلالے
بہ انوار توحید بدر الکمالے — بہ محویت حق عدیم المثالے

(رسالہ جماعت امرتسر بابت نومبر دسمبر ۱۹۲۴ء)

...کی تعریف مرید کرتا ہے۔

ذرا سر کو جھکا دیکھا خدا سے نہ جدا دیکھا ۔ ہے کیا رتبہ جداگانہ جماعت شاہ علی ثانی

فرشتوں نے قبر میں مجھ کو پوچھا تو یہ کہہ دونگا ۔ نہ پوچھو میں ہوں دیوانہ جماعت شاہ علی ثانی

دوسرا مرید یوں خطاب کرتا ہے :-

سوال جو یہ حشر میں پوچھینگے تو کہہ دونگا ۔ میں زائر ہوں علی پور کا علی پور والیا شاہا

ایک اور مرید کہتا ہے :-

تو اعلیٰ ہے تو اولا ہے میں بندہ ہوں تو مولا ہے ۔ منم چاکر تو سلطانی جماعت شاہ علی ثانی

اور سنئے ! پیر جی کی تعریف

خادم ہیں تیرے سارے جتنے حسیں جہاں کے ۔ یوسف سے تجھ پہ قرباں شیریں مقال والے

(انوار علی پور)

اور سنئے ! پیر پیران کی خدمت میں ۔

اغثنی مرشدا امدد بجانی ۔ تعلنی ولا تردد سوالی

مناجات موضوعہ ثنائیہ بنانے والو سنتے ہو ؟ اور سنو ! ۔

کرم یا مرشد ! مشکل کشایا ۔ شفیعا مشفقا حاجت روایا

مدد یا غوث صمدانی اغثنی ۔ مدد یا ظل سبحانی اغثنی

اور سنو ! آپ کا ہیڈ واعظ (مولوی محمد یار بہاولپوری) معرفت کا پتلا، حُب رسول کا دعویدار، اپنے مرشد کے حق میں کہتا ہے

بلطف پاک موسیٰ قبلہ محبوب سبحانی ۔ بحمد اللہ کہ بر تخت ولایت صدر دین آمد

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتاں

بشکل صدر دیں خود رحمۃ للعالمیں آمد

پروانہ صاحب ! دیکھا کیسی صفائی ہے۔ نہ اپنا تصرف ہے نہ دوسری زبان میں ڈھالا گیا ہے۔ بلکہ صاف صاف بجنسہ مداحین کا کلام درج کر دیا گیا ہے۔ اب

ناظرین خود دیکھ لیں گے کہ پیروں کے مرید غلو کرتے ہیں یا اہل حدیث اپنے بزرگوں کے حق میں غلو کرتے ہیں۔

یہ بہت مختصر لکھا گیا ہے۔ خدا نے چاہا تو ہم ایک رسالہ شائع کرینگے۔ جس میں اہل توحید اور اہل بدعت کے عقائد کا مقابلہ کر کے دکھائیں گے کہ کون موحد ہے اور کون غالی ۔ اس وقت ہم آپ کے مولانا آسی صاحب کو مخاطب کر کے اس شعر کا مطلب پوچھیں گے

ستعلم لیلے ای دین تداینت

وای غریم فی التقاضی غریمہا

سوانح ثنائیہ

(از محمد عبد اللہ ثانی ناظم جمعیۃ تبلیغ پنجاب امرتسر)

"شمع توحید" کے شائع ہونے کے بعد بہت سے احباب نے خواہش کی کہ اس رسالہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب مدظلہ کی سوانحعمری بھی بالاجمال شائع ہو جاتی تو اچھا تھا۔ اس لئے میں نے آپ سے عرض کیا کہ احباب کی درخواست معقول ہے تو آپ نے بالاجمال واقعات لکھوائے جو آپ کی زبانی درج کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

میری (ثناء اللہ) کی پیدائش امرتسر پنجاب کی ہے میرے والد مسمی خضر جو اور تایا مسمی اکرم جو علاقہ ڈور تحصیل اسلام آباد ضلع سری نگر کشمیر سے پشمینہ کا کاروبار کرنے امرتسر آئے تھے۔ کشمیری اقوام میں ایک گوت منٹو کہلاتی ہے جو وہاں برہمنوں کی ایک شاخ ہے۔ اسی گوت سے ان کا تعلق تھا۔ میری عمر ساتویں برس میں تھی کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا تایا صاحب بھی فوت ہو گئے۔ بڑے بھائی ابراہیم مرحوم رفوگری کا کام کرتے تھے۔ مجھے بھی انہوں نے یہ کام سکھایا۔ چودھویں سال میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ والد مرحوم کی اولاد ہم (تین بھائی ایک بہن) چار کس تھے۔ دونوں بھائی بے اولاد فوت ہو گئے بہن کی اولاد ایک لڑکی ہے جو اب تک زندہ ہے اور اولاد در اولاد بھی کافی رکھتی ہے۔

چودھویں سال میں مجھے پڑھنے کا شوق ہوا۔ ابتدائی کتب فارسی پڑھ کر مولانا مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم رئیس امرتسر[1] کے پاس پہنچا۔ دستکاری (رفوگری) کا کام بھی کرتا اور مرحوم سے سبق بھی پڑھا کرتا تھا۔ "شرح جامی" اور "قطبی" تک کتب مولوی صاحب مرحوم کو پڑھیں اس کے بعد بغرض تحصیل علم حدیث استاد پنجاب مولانا حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی

[1] مولانا محمد جمال مرحوم امرتسری جو میرے استاد حدیث ہیں فرمایا کرتے تھے کہ ان دنوں میں قرآن مجید حفظ کیا کرتا تھا اور مولوی ثناء اللہ (جو ابھی طالب علم تھے) گرجا گھر بیرون دروازہ رام باغ میں جا کر پادری کی تقریر پر اعتراضات کیا کرتے تھے اور عوام دلچسپی سے سنا کرتے تھے۔
نتیجہ ہے:۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ (ثانی)

رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کتب حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ یہ واقعہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء کا ہے۔ اس کے بعد حضرت شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سند مذکور دکھا کر آپ سے اجازت تدریس حدیث حاصل کی۔ پھر سہارنپور چند روز قیام کر کے دیوبند پہنچا۔ وہاں کتب درسیہ معقول و منقول ہر قسم کی پڑھیں۔ کتب معقول میں قاضی مبارک۔ میر زاہد۔ امور عامہ۔ صدرا اور شمس بازغہ وغیرہ اور منقولات میں ہدایہ۔ توضیح تلویح، مسلم الثبوت وغیرہ ریاضی میں شرح چغمینی وغیرہ بھی پڑھیں اور دورہ حدیث میں بھی شریک ہوا۔ استاد پنجاب کا درس حدیث اور اساتذہ دیوبند کا درس حدیث ان دو میں جو فرق ہے اُس سے فائدہ اٹھایا دیوبند کی سند امتحان میرے لئے باعث فخر میرے پاس موجود ہے۔

مسرت آمیز واقعہ ایک واقعہ ایسا مسرت آمیز ہے کہ میں اپنی عمر کی کسی حالت میں نہیں بھولا اور نہ بھول سکتا ہوں بلکہ جب کبھی معاصرین کے نرغے میں دل تنگ ہوتا ہوں تو وہ واقعہ مجھے فوراً دل شاد کر دیتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

مدرسہ دیوبند میں ان دنوں حضرت مولانا محمود الحسن اعلی اللہ مقامہ مدرس اعلیٰ تھے درس کی ہر کتاب پڑھتے ہوئے میں بے باکانہ جرأت سے اعتراض کرتا۔ مولانا مرحوم کا بہت وقت خاص مجھ پر خرچ ہوتا۔ جب میں نے آخری ملاقات کر کے رخصت چاہی تو فرمایا:۔ طلباء تمہاری شکائتیں بہت کرتے تھے کہ پوچھنے میں وقت بہت ضائع کرتا ہے۔ ہم کہتے تھے کہ کوئی طالب علم پوچھنے والا ہو تو پوچھے اسکے سوالوں میں صحیح سوال ہوں یا غلط کچھ پوچھے تو سہی۔ تمہیں بھی خوش ہونا چاہئے جسے خدا کچھ دیتا ہے اس کا حسد ہوتا ہے۔ یہ سن کر میری آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں اور اس شعر کا مضمون زبان پر جاری ہوا۔

دیدہ ام در غنچگی چندیں جفائے باغباں ۔ بعد گل گشتن نمیدانم چہ گل خواہد شگفت

گوشۂ طالب علمی سے نکل کر عالمانہ میدان میں آیا تو مولانا محمود الحسن مرحوم کے

اس فقرے کو بالکل صحیح پایا۔ چونکہ شغل تصنیف کا غالب آگیا اس لئے بہت پرانا مقولہ
من صنف هدف اپنی صداقت دکھاتا رہا۔ جسکے جواب میں مولانا مرحوم کا رخصتی مقولہ تسلی
دیتا رہا۔ ان دنوں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کا معقولات میں بہت شہرہ تھا۔ شوق
ہوا کہ ممدوح سے بھی فیض حاصل کروں۔ کانپور پہنچکر مدرسہ فیض عام میں داخل ہوا۔
کتب مقررہ کو وہاں درس میں دہرایا گیا۔ مولانا احمد حسن مرحوم تھے تو بریلوی عقیدہ کے مگر طلباء
کے حق میں کوئی تقلید پسند نہ کرتے تھے۔ کانپور کے مدرسہ میں کتب حدیث کے درس میں بھی شریک
ہوا۔ وہاں کی تعلیم حدیث تیسری قسم کی پائی۔ غرض علم حدیث میں میں نے تین مختلف درسگاہوں سے
فائدہ اٹھایا۔ خالص اہل حدیث (وزیرآبادی) خالص حنفی (دیوبندی) بریلوی عقیدہ (کانپوری)
غفر اللہ لهم۔ کانپور میں طلباء ثمانیہ (آٹھ) کی دستار بندی ہوئی۔ ان میں میرا نام بھی درج تھا
جلسہ عام ہوا۔ سندیں دی گئیں۔ اسی جلسہ میں ندوۃ العلماء کی عام بنیاد رکھی گئی جو اس وقت
شاندار رفیع الشان عمارت میں نظر آتا ہے۔ یہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء کا واقعہ ہے۔ سند کی نقل
درج ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الرحیم الغفور ذی الجلال والجمال۔ الحکم اللطیف الشکور مالک الکمال والنوال۔ الحی
القیوم المقدس عن النقص والاختلال۔ الواحد الماجد المنزہ من التغیر والزوال۔ والصلوٰۃ
والسلام علی رسولہ الاعظم۔ ونبیہ الاکرم الذی هو العروۃ الوثقی۔ فمن اعتصم بهدیه
لا یضل ولا یشقی۔ ومن اعرض عن ذکرہ ونبذ امرہ وراء ظهرہ ففی خزی دنیاہ یبقی۔ واٰخر
امرہ فی الجحیم یلقی۔ وعلی آلہ وصحبہ الذین سبقونا بالایمان۔ وقاموا بنصرۃ دین الرحمن۔
نباؤا بالفوز والرضوان۔ اما بعد فان البراهین القویمة۔ والسلاطین المستقیمة۔ قد دلت
انطوت علی ان التحلی بالفضائل والتخلی عن الرذائل لا یحصل الا بالعلوم الحقة الحقیقیة۔ ولا
یتاتی الا بالمعارف الصادقة الواثقة۔ وان الامتثال بموجبات الاوامر العالیة۔ والاجتناب
من مقتضیات النواهی والزواجر الغالیة۔ لا یتیسر الا بالفنون الشرعیة الشریفیة

والاحادیث النبویة اللطیفة۔ فهی اسنی المفاخر واشرف المناقب۔ وابهی المطالب و
اعلی المذاهب۔ کیف لا وقد قال اللہ تعالی وهو اصدق القائلین۔ فی کتابه المبین لعلهم
یفقهون۔ هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ واوحی الی نبیه الکریم علیه
الصلوٰۃ والتسلیم۔ بالوحی المتلو بالصبح والمسا۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ والتقی
الی رسوله افضل الاصفیاء علیه من الصلوٰۃ والتسلیم اعلمها ان یبشر الاتقیاء۔ بان
معلم الخیر یدعو له کل شیء حتی الحیتان فی الماء۔ ولذالک شمر المرتاضون عن ساق الاجتهاد
لنیل المراد فی ظلم الدیاجر۔ وشد الساعون المیازر واشتغلوا بتحصیلها فی ظماء الهواجر۔
وارتحلوا عن اوطانهم وفارقوا صحبة اخوانهم وهجروا لذیذ الطعام۔ وشردوا الطیب المنام
وان ممن انتظم فی سلک هذہ الفئة الموفقة ورام اللحوق بالسلف الماضین بما تلقاہ
وحققه الماهر الکامل والعالم الفاضل الذکی اللوذعی الیهوف الیلمعی المولوی محمد ثناء اللہ
ابن خضر جو من اهالی امرتسر وقاہ اللہ من الفزع الاصغر والاکبر قد غاص علی فرائد اللآلی
فی ذالک الیم وقد خاض لطلب فرائد الجواهر فی ذلک الخضم۔ فورد بعد وجوب الانجاد
والاغوار۔ وقطع الاطواد والقفار فی بلد کانفور صانه اللہ عن الدواهی والشرور فی
المدرسة التی اسمها فیض عام حفظها اللہ عن نوائب اللیالی والایام والتی اعان فیها
اهالی البلد الکرام واعتنی بها وکفلها التجار الفخام سیما الحافظ الشهی محمد بخش بن حاجی الذکی
المنغمس فی لجج تنظیمها النهار الابیض واللیل الداجی۔ وقاہ اللہ تعالی عن الحوادث وجعله
منها الناجی۔ فقرأ علی جملة کتب من شروح ومتون۔ ولازمنی فی عدة علوم وفنون۔ و
کذالک اخذ من غیری علماء جما وبرع فیه ذکاء وفهما فربحت تجارته وجلت
عائدته وعظمت فائدته واستلذ وطابه۔ وشرف بالانتماء الی العلم انتسابه فلما
راء اراکین مدرسة فیض عام وقاہ اللہ عن الحوادث ما تعاقب اللیالی والایام اهلا
لان یحنذر بالسند ویکرم۔ وجدیراً بان یوقر بما یتشبث به وینعم اثرہ السنن
احسانه۔ بما اخذته وتلقیته من العلوم الشرعیة النقلیة والفنون العربیة والعقلیة

كما اجازني بذالك جماعة من الشيوخ الذين لهم في العلوم رسوخ ۔ مقتصراً على

ذكر من له شهرة في خلق الله وزيادة فضل وخبرة في علوم الله مولانا محمد لطف الله

خلد الله فيوضه وابقاه واوصيه بتقوى الله فانها نور البصائر والقلوب وان لا

ينساني في دعواته فاني عبد كثير المساوي والعيوب واسأل الله ان يوفقني واياه

لصالح الاعمال وان يجنبني واياه عن قبائح الافعال سبحان ربك رب العزة

عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ۔

تفصيل الكتب المقروة على هذا

التفسير المسمى بانوار التنزيل للقاضي البيضاوي ۔ والتفسير المسمى بالجلالين ۔

الصحيح الجامع للبخاري ۔ والصحيح الجامع للمسلم ۔ والسنن لابي داؤد ۔ والصحيح

الجامع لل… ذی ۔ والسنن للنسائی ۔ والتوضیح والتلویح ۔ وشرح السلم للقاضی

محمد مبارك ۔ والشمس… لبازغة ۔ والصدرا ۔ والحواشي الزاهد به على الامور

العامة ۔ وشرح التهذيب… انی مع حاشية الزاهدیه ۔ وشرح الجغمینی ۔

ختم

دستخط محمد لطف الله	المجيز: عباده ذی المنن احمد حسن
صدر الفضلاء الكرام والممتحن العلام	عفا الله عنه سيا… ام المحن في تاريخ خامس
مہر	عشرة من شعبان يوم الاثنين من شهور
	سنة عاشرة بعد الالف وثلث مائة
	من الهجرة النبوية على صاحبها الصلوٰة والتسلیم

ختم المنتظم الاعلیٰ

عاصی را الہٰی بخش گویند

میری فراغت کا علم جب میرے استاد اوّل مولانا مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کو ہوا تو

انہوں نے از راہ شفقت مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں بعہدہ اوّل مدرس بلالیا۔ یہاں پہنچکر

میں کتب عربیہ پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد چند دنوں کے لئے ۱۸۹۸ء میں مالیرکوٹلہ کے مدرسہ اسلامیہ

میں بعہدہ اوّل مدرس بلایا گیا۔ آخر وہاں سے پھر امرتسر چلا آیا۔ اس وقت یہاں آنے کے بعد

تصنیف کا شغل زیادہ ہوگیا۔ ۱۹۰۲ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اسی سال مرزا صاحب

قادیانی نے بغرض تحقیق بذریعہ کتاب "اعجاز احمدی" انعامی وعدہ (ایک دس ہزار روپیہ)

پر مجھے قادیان بلایا۔ میں جنوری ۱۹۰۳ء میں مع ہمراہیوں کے قادیان پہنچا۔ میں نے اپنی آمد کی

اطلاع دی تو مرزا صاحب نے جواب میں لکھا کہ میں خدا کے ساتھ وعدہ کرچکا ہوں کہ میں مولویوں

سے مناظرہ نہیں کرونگا۔ آخر میں قادیان میں ایک تقریر کرکے یہ کہتا ہوا چلا آیا۔ ع

خود سوئے ما ندید حیا را بہانہ ساخت

اس واقعہ کی تفصیل رسالہ "الہامات مرزا" میں درج ہے۔

نومبر ۱۹۰۳ء میں اخبار "اہلحدیث" جاری کیا۔ جو بفضلہ تعالیٰ آج (۱۹۳۸ء) تک جاری

ہے۔ اور توحید و سنت کی اشاعت میں ہمہ تن کوشاں ہے۔ قیام امرتسر میں مناظرات کی طرف

توجہ ہوئی۔ ہر دین اور ہر مذہب والوں سے مناظرے ہوئے۔ خدا کا فضل شامل حال رہا۔

بعض مناظرات میں منصف بھی مقرر ہوئے۔ منصفوں کے فیصلے بھی خدا کے فضل سے میرے

حق میں ہوئے۔ مثال کے طور پر دو تین منصفانہ مناظرے لکھتا ہوں۔

امرتسر میں ۱۹۰۳ء ۱۳۲۱ھ میں مسئلہ علم غیب پر علماء احناف (بریلویوں) سے مناظرہ ہوا۔ فریق ثانی

کی طرف سے مولوی عبدالصمد خان حنفی امرتسری پیش ہوئے جو اچھے ذی علم تھے۔ منصف مولانا

عبدالحق صاحب دہلوی مصنف "تفسیر حقانی" نے فیصلہ میرے حق میں دیا۔ روئداد مناظرہ مع فیصلہ

از جانب فریقین مطبوعہ موجود ہے۔

دوسرا مناظرہ جماعت مرزائیہ سے بمقام لدھیانہ ۱۹۱۲ء میں ہوا جسمیں سرپنچ ایک سکھ وکیل

سردار گوربچن سنگھ تھے۔ ان کا فیصلہ میرے حق میں ہوا۔ اور مبلغ تین سو روپیہ انعام بھی وصول کیا۔

تیسرا مناظرہ ۱۹۲۸ء میں جلال پور پیر والہ ضلع ملتان میں مسئلہ رفع الیدین پر ہوا۔ جس میں

وہاں کے ایک شیعہ رئیس منصف تھے۔ ان کا فیصلہ بھی میرے حق میں ہوا۔

زبانی مباحثے ہر مذہب سے بکثرت ہوئے مگر چند مباحثات بڑے پائے کے ہوئے جن
میں ہزارہا حاضرین شریک ہوتے اور کئی کئی دنوں تک تحریری ہوتے رہے۔

۱۹۰۳ء میں دیوریا ضلع گورکھپور میں ایک ہفتہ بھر آریوں سے تحریری مناظرہ ہوتا
رہا۔ جس کی روئداد مطبوعہ موجود ہے۔

۱۹۰۴ء میں بمقام نگینہ ضلع بجنور آریہ سے تحریری مناظرہ ہوا۔ جسکی روئداد مطبوعہ مل سکتی ہے

۱۹۰۹ء میں بمقام ریاست رامپور والئ ریاست کے زیر حکم جماعت مرزائیہ سے
مناظرہ ہوا۔ جس کے متعلق نواب صاحب والیے ریاست نے فیصلے کی شکل میں نہیں مگر سرٹیفکیٹ
کی صورت میں مندرجہ ذیل تحریر عنائت فرمائی :۔

نقل سرٹیفکیٹ

۱۸۔ جولائی ۱۹۰۹ء

رامپور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب
کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہائت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی سے
کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے
بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔

(نواب صاحب) **محمد علیخان** (والئ ریاست)

اسی طرح جبل پور میں ۱۹۱۷ء میں آریہ سے بہت بڑے پیمانہ پر مباحثہ ہوا۔ اسکی روئداد بھی چھپ
چکی ہے۔ ان مناظرات کے ساتھ فہرست کتب مصنف مل سکتی ہے۔ جنکے ذکر کی ضرورت نہیں۔

۱۹۲۳ء میں مرزائیوں سے نکاح آسمانی پر سکندر آباد دکن میں تحریری مناظرہ ہوا۔
سندھ میں کئی مناظرے ہوئے۔ چنانچہ جنوری ۱۹۲۹ء میں آریوں سے زبردست مناظرہ
ہوا۔ ہر دو مناظروں کی مطبوعہ روئدادیں موجود ہیں۔

۱۹۳۴ء میں عیسائیوں نے الہ آباد میں لیکچروں کا سلسلہ شروع کر کے مسلمانوں کو بہت
تنگ کیا۔ آخر انہوں نے مجھے اس خدمت کے لائق سمجھ کر پُر زور الفاظ میں ضرورت ظاہر
کر کے بلایا۔ مضمون "توحید تثلیث" پر کئی روز مباحثہ ہوتا رہا۔ جس میں ہزارہا لوگ شریک ہوتے
رہے۔ اس مباحثے کی روئداد ایم قمر الدین بدر الدین پرفیومرز نمبر ۵۹ چوک الہ آباد نے
طبع کرائی ہے۔

جنوری ۱۹۰۳ء میں میرے قادیانی ورود کے بعد مرزا صاحب سے مکالمہ بذریعہ اخبار و
رسائل ہوتا رہا۔ آخر کار مرزا صاحب نے میرے ساتھ مذاکرہ سے تھک کر اپریل ۱۹۰۷ء میں
ایک اشتہار دیا۔ جس کی سرخی تھی :۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے اپنی تکلیف کا (جو میری تحریرات سے ان کو ہوتی تھیں)
ذکر کر کے سچے کی زندگی میں جھوٹے کی موت کے لئے دعا کی اور بطور پیشگوئی یہ فقرہ بھی لکھا کہ

اگر میں (مرزا) جھوٹا ہوں تو آپ (ثناء اللہ) کی زندگی میں ہی مرجاؤ نگا
اگر آپ (ثناء اللہ) جھوٹے ہیں تو مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ یعنی
مجھ سے پہلے مریں گے۔

نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تیرہ ماہ بعد مرزا صاحب کی دعا کا اثر ظاہر ہوگیا۔ کہ مرزا صاحب
ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہوگئے۔ جس پر میں نے یہ شعر پڑھا ؎

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید
مرگیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں

ان کے بعد جماعت احمدیہ کے ساتھ لدھیانہ میں انعامی مباحثہ اسی مضمون پر
اپریل ۱۹۱۲ء میں ہوا۔ جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ اس کی مفصل روئداد مع فیصلہ
سرپنچ ہمارے رسالہ "فاتح قادیان" میں مل سکتی ہے۔

خدائی فضل

میں ذکر کرچکا ہوں کہ سات برس کی عمر میں یتیم ہوا، چودھویں سال تک

قیمت ۶ر ملنے کا پتہ :- مینجر اہلحدیث امرتسر

کل اقرباء سے جدائی ہوگئی۔ غریبی اور بے کسی کی حالت میں فضل ایزدی شامل حال رہا۔ حالت تجرد کے بعد تاہل (شادی) کا وقت آیا۔ ۱۳۱۱ھ میں ایک معزز خاندان میں نکاح ہوا۔ جس سے اولاد پیدا ہوئی۔ ایک لڑکا، دو لڑکیاں زندہ ہیں۔ سب شادی شدہ اور صاحب اولاد ہیں۔

مختصر یہ کہ جو کچھ افضال و اکرام ہوا۔ میں اپنے آپ کو اس کا مستحق نہ سمجھتا تھا۔ نہ سمجھتا ہوں۔ بلکہ زبان پر جاری ہے ؎

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو ہوگا وہ تیرے ہی کرم سے ہوگا

اپریل ۱۹۳۸ء میں میری عمر ستتر سال کی ہوگئی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے

اعمار امتی بین ستین و سبعین و قلما یجوز او کما قال

شاید اس لئے میرے عنائت فرماؤں نے چاہا ہوگا کہ میں اس حدیث کے ماتحت بذریعہ شہادت دنیا سے رخصت ہو جاؤں۔ چنانچہ ۴۔ نومبر ۱۹۳۷ء کو ایک نوجوان کو حوروں کا وعدہ دے کر مجھ پر قاتلانہ حملہ کرا لیا گیا۔ جس کی تفصیل رسالہ "شمع توحید" میں درج ہو چکی ہے۔ مگر قدرت کو منظور تھا کہ میں حدیث کے آخری فقرے میں رہوں۔ اس لئے احباب کی تمنا اور دعاؤں سے زندہ رہا اور ابھی خدا جانے کب تک زندہ رہونگا۔ باوجود اس درازی عمر کے عموماً میرے منہ پر اُستاد غالب کا یہ شعر جاری رہتا ہے۔ ؎

بے صرفہ ہے گذرتی ہو اگرچہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیا کئے

اس قاتلانہ حملے کی یادگار میں ایک بزرگ کی نظم درج ذیل ہے:۔

(صفحہ ۱۱۵ پر)

نظم متعلق حملہ قاتلانہ

(از مولوی عبدالعزیز صاحب خلف حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ پنجاب)

بعد حمد پاک ذات کردگار — مصطفےٰ پر ہو درود بے شمار
اور اصحاب محمدؐ پر سلام — ہو میری جانب سے ہر دم صبح و شام
نیز ہو آلِ محمدؐ پر مدام — اس کے پیچھے عرض کرتا ہے غلام
اے ثناء اللہ رکھے تجھ کو خدا — ہر بلا سے حفظ میں اپنے سدا

ہند میں تو ناصرِ اسلام ہے — نصرتِ اسلام تیرا کام ہے
ایک تو ہے حامیٔ دینِ متیں — حملہ آور جب ہوں اس پر اہل کیں
حنفی و مرزائی و چکڑالوی — اور شیعہ رافضی و بدعتی
ان سے جو تیرے مقابل آگیا — امر حق سے وہ ہزیمت کھا گیا
اس لئے تیرے وہ دشمن ہو گئے — کیونکہ اپنی عزتیں وہ کھو گئے
اک اٹھا ان میں سے بے علم و ہنر — ہو گیا آمادہ تیرے قتل پر
میں خدا کا شکر لاتا ہوں بجا — حق تعالےٰ نے لیا تجھ کو بچا
مرنا تیرا مرنا تھا پنجاب کا — موت عالم موت عالم ہے لکھا
اے ثناء اللہ تجھے اللہ رکھے — دیر تک دنیا میں تو زندہ رہے

تیرا جینا باعثِ برکات ہے — حامیٔ اسلام تیری ذات ہے
بے گماں تو شیر ہے پنجاب کا — شان اعلیٰ تجھ کو اللہ نے دیا
ایسا رتبہ حق نے کیا تجھ کو عطا — حاسد اس کو دیکھ کر کے جل گیا
ونعوذ بالرحمٰن من نار الحسد — انھا الم شدید فی الکبد
اے عزیز اب بند کر اپنی زباں — مار نہ دے تجھ کو کوئی بدگماں

ضمیمہ رسالہ ھٰذا

(خاص طلباء عربیہ کیلئے)

رسالہ نور توحید ختم ہوچکا تھا کہ فرقہ غالیہ کی طرف سے ایک مضمون رسالہ "انوار صوفیہ" سیالکوٹ میں دیکھنے میں آیا۔ اس مضمون کا ذکر کرنا کچھ ضروری نہ تھا۔ مگر ہم اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ طلبائے عربیہ کے لئے چند لمحات موجب تفریح ہوں۔ راقم مضمون نے زیادہ وقت نظم ہائے مندرجہ "شمع توحید" پر رانڈ رونا رونے میں صرف کیا ہے۔ جس کا جواب مولوی عبد اللہ صاحب ثانی کی طرف سے اسی رسالہ میں درج ہے۔ ہم اس مضمون سے اصل مطلب اخذ کر کے جواب دیتے ہیں۔

بشریت رسول اس مضمون کے متعلق مضمون نگار نے جو کچھ لکھا ہے وہ موجب صد شکریہ ہے۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:-

بھلا جو لوگ چوبیس ۲۴ گھنٹے کے عرصے میں کئی دفعہ نمازوں میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہٗ و رسولہ پڑھتے ہوں وہ کب کسی ولی[1] کو خدا یقین کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا گروہ نہیں جو خدا اور رسول کو شئے واحد اعتقاد کرتا ہو۔ بھائیوں کا یہ افترا محض ہے۔" (انوار صوفیہ سیالکوٹ بابت جولائی ۱۹۳۸ء)

نور خدا کرے کہ آپ لوگ اس الزام سے بری ہوں۔ مگر میں آپکو ایک رباعی سناتا ہوں جو آپ کے ہیڈ واعظ بہاولپوری اپنی وعظوں میں پڑھا کرتے ہیں۔ غور سے سنئے اور ان سے پوچھئے کہ آپ نے یہ رباعی کس آیت یا حدیث سے یا کس مجتہد کے اجتہاد سے اخذ کی ہے۔

بندا بن وچ گنواں چرائے ۔ لنکا دہے وچ ناد بجائے
عبد اللہ دے گھر جا نیدا ۔ ہن ساتھوں کی لوکا نیدا

ہاں اپنے آرگن "الفقیہ" سے پوچھئے کہ یہ شعر کس کا ہے اور اسکے کیا معنی ہیں

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر ۔ اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفےٰ ہو کر

[1] موقع کلام کا اقتضا ہے کہ ولی کی بجائے نبی ہو۔ غالبًا سہو کاتب سے ولی لکھا گیا ہے۔ (نور)

ہاں اپنے اس من چلے پیر بھائی سے بھی پوچھئے جس نے اپنا موحدانہ عقیدہ یہ ظاہر کیا ہے رسول اللہ کو بشر کہنا کفر ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ)

اگر آپ کہیں کہ یہ اس کی ذاتی رائے ہے تو شیخ سعدی مرحوم اسکے جواب میں فرمائینگے

چو از قومے یکے بے دانشی کرد ۔ نہ کہ را منزلت ماند نہ مِہ را

بہر حال اس مسئلے میں آپ سیدھی راہ پر آگئے ہیں۔ الحمد للہ! مگر حال کے واقعات بتا رہے ہیں کہ ہمارا یہ کہنا آپ کی جماعت پر افترا نہیں ہے بلکہ آپ کے بھائیوں کا ایسا کہنا اللہ اور رسول پر افترا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ سب بھائی یک جا بیٹھ کر کر سکتے ہیں۔

مسئلہ علم غیب اس مسئلے پر ہم نے یہ آیت بھی لکھی تھی:-

لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ

اس آیت کا مضمون منطقی شکل میں قیاس استثنائی بتایا تھا بایں طور کہ رفع تالی کو کبریٰ بنا کر نتیجہ میں رفع مقدم دکھایا تھا۔ کیونکہ اہل منطق کا اصول ہے کہ "وضع المقدم ینتج وضع التالی و رفع التالی ینتج رفع المقدم"۔ اسی لئے علمائے نحو کا قول ہے "لو لانتفاء الثانی لانتفاء الاول" (شرح جامی۔ مغنی وغیرہ)

عربی زبان کے علاوہ اردو میں بھی یہ استعمال اسی طرح ہے۔ ایک اردو مصرع سنئے!

ہوتا میں باغ کا مالی تو گلشن کو لٹا دیتا

انہی معنی میں عرب کا یہ شعر ہے لو کنت من مازن[1]۔ لم تستبح ابلی

مضمون نگار صاحب اسکے جواب میں جو کچھ لکھتے ہیں اس سے عربی مدارس کے طلباء تو ہنسیں گے مگر استاد منطق حکیم ارسطو کی روح کو صدمہ پہنچیگا۔ آپ لکھتے ہیں:-

"میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں مستثنیٰ نقیض تالی نہیں تاکہ مقدم کی نقیض نتیجہ نکلے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاعلمی ثابت ہو بلکہ یہاں مستثنیٰ عین تالی ہے اور نتیجہ عین مقدم ہے اور حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب ثابت ہے۔"

(رسالہ انوار صوفیہ صفحہ ۳۲ بابت جولائی ۱۹۳۸ء)

[1] اگر میں قوم مازن سے ہوتا (جو بڑی باغیرت ہے) تو میرے اونٹ نہ چھینے جاتے۔ (نور)

پھر اس دعوے کی منطقی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

اب قیاس استثنائی کی صورت یہ ہوگی :- لوکنت اعلم الغیب (مقدم)۔ ماسنی السوء (تالی)
لکن استکثرت من الخیر وما مسنی السوء (استثنا عین مقدم)
نتیجہ عین مقدم ہوگا۔ یعنی (اعلم الغیب) لان عین التالی ینتج عین المقدم۔

نور | یہ ہے وہ منطق جس پر مضمون نگار کی لیاقت کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہماری پیش کردہ مندرجہ ذیل مثالوں کو اس قاعدے سے صحیح ثابت کر دیں۔ سنئے !

(۱) ان کان هذا انسانا فهو حیوان لکنه حیوان - کیا اس کا نتیجہ هذا انسان ہو سکتا ہے۔
(۲) ان کان هذا حنفیا فهو مسلم لکنه مسلم - کیا اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ هذا احنفی
(۳) ان کان هذا جھنگوی فهو فنجابی لکنه فنجابی - نتیجہ یہ ہوگا؟ فهو جھنگوی

کیونکہ آپ نے منطق کا قاعدہ یہ بیان کیا ہے "عین التالی ینتج عین المقدم"۔ مہربانی کرکے اس قاعدے کو ان امثلہ میں جاری کرکے دکھائیے۔ اگر آپ اکیلے نہ کر سکیں تو جامعہ بہاولپور میں جاکر طلباء سے مشورہ کیجئے شاید وہ آپ کی کچھ رہنمائی کر سکیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ نے یہ مضمون لکھ کر اپنے بزرگ جناب مولوی غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ بہاول پور کو دکھلا دیا ہوتا تو آج آپ مضحکۂ صبیان نہ بنتے۔ میں یہاں قرآن مجید سے قیاس استثنائی کی چند مثالیں اور سناتا ہوں ان میں بھی وضع تالی کرکے ان کو حل کرا لائیگا۔ غور سے سنئے :-

(۱) لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔
(۲) لَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ۔
(۳) لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ

ان تینوں قضایا استثنائیہ میں وضع تالی کا قاعدہ جاری کر دیجئے تو دہریوں، آریوں اور مسیحیوں پر آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا۔

لطیفہ | گروہ غالیہ کہا کرتا ہے کہ اہل توحید قل اعوذئیے ہوتے ہیں ان کو علوم عالیہ میں دخل نہیں ہوتا۔ ان کا مبلغ علم ہدایت النحو تک ہوتا ہے۔" ناظرین یہ مضمون اور پروانہ کا منطقی اعتراض دونوں کو دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں کہ قل اعوذیہ کون ہے۔ ہم سے پوچھیں تو ہم ۱۱۔

دو نو گروہوں کو سامنے رکھ کر نتیجہ اس شعر میں بتاتے ہیں ؎

کامل اُس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی - جو ہوئے کچھ تو یہی رند قدح باز ہوئے

اسی بحث کے ضمن میں آپ نے اپنی تائید میں حاشیہ جمل کا حوالہ دیا ہے۔ اسکے متعلق بھی ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ آپ نے اُسے نہیں سمجھا کیونکہ وہ آپ کی تردید میں ہے جسے آپ تائید سمجھے ہیں۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں :-

"حاشیہ جمل میں خازن سے نقل کیا ہے "ویحتمل ان یکون قال ذالک قبل ان یطلعه الله تعالیٰ علی علم الغیب فلما اطلعه الله اخبر به کما قال فلا یظهر علیٰ غیبه احداً الا من ارتضیٰ من رسول الی آخره (ترجمہ) اس آیت میں احتمال ہے کہ حضور کا یہ ارشاد اس وقت ہو کہ ابھی آپ جمیع غیب پر مطلع نہ کئے گئے ہوں۔ اور جب آپ کو اللہ عزوجل نے مغیبات پر آگاہ فرما دیا جیسے اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ "فلا یظهر علیٰ غیبه احداً الا من ارتضیٰ من رسول" تو آپ نے غیوب سے خبریں دیں۔" (انوار الصوفیہ سیالکوٹ ص۱۳ اگست ۳۵ء)

نور | اس قول کی تشریح یوں ہے کہ اس کے قائل نے ہماری طرح اس آیت کو قیاس استثنائی برفع التالی سمجھ کر نتیجہ میں رفع مقدم پایا تو اسکو خیال ہوا کہ یہ سلب کلی (نفی عام) احادیث صحیحہ اور آیت ثانیہ (لا یظهر علیٰ غیبه) کے خلاف ہے کیونکہ اُن سے فی الجملہ علم غیب ثابت ہوتا ہے اس لئے اس نے اس کا حل یوں سمجھا کہ یہ آیت جس میں سلب کلی کے معنی ہیں پہلے ہے اور احادیث واردہ اور آیت ثانیہ پیچھے ہے۔ یعنی اس آیت میں سالبہ کلیہ ہے اور آیت ثانیہ میں موجبہ جزئیہ ہے۔

یہ ہے اس کی تطبیق جو کسی طرح ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہمارے قضیے کا موضوع وہ علم غیب ہے جس کا ثبوت قرآنی الفاظ میں ہم نے رسالہ شمع توحید ص۲۱ میں دیا ہوا ہے۔ غور سے سنئے۔ ارشاد ہے :- وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۔

یعنی علم غیب کے خزانے خدا ہی کے پاس ہیں اس کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا اس

(خدا) کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ جنگلوں اور سمندروں کی چیزوں کو بھی جانتا ہے۔ کوئی
پتا بھی گرے تو اس کو بھی جانتا ہے۔ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں ہو اسکو بھی جانتا
ہے۔ کوئی پتا تر ہو یا خشک اس کے روشن علم میں ہو کر لوح محفوظ میں ہے۔"

یہ ہے وہ علم غیب جس کو ہم خاصہ خدا سمجھتے ہیں۔ یعنی جمیع مغیبات کا علم۔

اور اخبار غیبیہ کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ ہمارے خلاف نہیں ہیں کیونکہ
وہ بقول حضرت خضر علیہ السلام سمندر سے ایک قطرہ ہے جو چڑیا اپنے منہ میں اٹھا لیتی
ہے (صحیح بخاری) آیت الا من ارتضی من رسول کا مصداق بھی یہی ہے۔ پس جمل اور
خازن میں جو قول محتمل کے ساتھ منقول ہے وہ رفع تالی کی بنا پر ہے جو ہم نے کہا ہے
نہ کہ وضع تالی کی بنا پر جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ ورنہ "قیل" کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔
فافهم ولا تكن من القاصرين ٥

(نوٹ) اس مضمون کے لکھنے والے مولوی قطب الدین صاحب جھنگوی ہیں جو
ایک دفعہ موضع بدھوانہ ضلع جھنگ میں مسئلہ تقلید شخصی پر گفتگو کرنے کے لئے جناب
مولوی غلام محمد صاحب بہاولپوری کی طرف سے میرے مقابل پیش کئے گئے تھے۔ اس
مناظرہ کی شہادات میں دو غیر جانب دار معتبر گواہ (۱) ڈاکٹر نور حسین صاحب کربلائی شیعہ
(۲) مولوی محمد حسین صاحب امام جامع مسجد احناف جھنگ خاص قابل ذکر تھے۔ جن کی
تحریرات اسی زمانے شائع ہو گئی تھیں۔ اس مناظرہ میں آپ اس سے زیادہ فتح یاب
ہوئے تھے جتنا فاضل بہاولپوری منڈی تاندلیانوالہ ضلع لائل پور میں "تقلید شخصی" کے
مناظرے میں۔ اور جلال پور پیروالہ ضلع ملتان میں "رفع یدین" کے مناظرہ میں میرے
مقابل فتحیاب ہوئے تھے۔ ان تینوں مقامات کی تحریریں موجود ہیں۔

لولا غرابت المقام لاتيت بها

ہاں میں دعا کرتا ہوں کہ آپ دونو کو خدا ان مذکورہ فتوحات سے زیادہ فتح نصیب کرے۔
مناظرہ بدھوانہ کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ :۔

علماء کی جماعت نے مسرت اندوز ہو کر مجھے ببر پنجاب فاتح امرتسر کا خطاب

مرحمت فرمایا تھا۔" (رسالہ مذکور بابت جولائی ۳۸ء صفحہ ۲۶)

مگر جناب یہ تو فرمائیے کہ آپ کو اس مناظرہ کے بعد اس علاقہ کے لوگ مولوی قطب الدین
ببر اسلام فاتح امرتسر کیوں نہیں کہنے لگے

تمثیل ہمارے علاقہ میں بعض صحیح الدماغ ایسے ملتے ہیں جو اپنے نام نامی کے ساتھ
یہ الفاظ لکھا کرتے ہیں:۔

"فاتح کانگرس، فاتح اخبار زمیندار، فاتح اخبار پرتاپ، فاتح اخبار ملاپ، فاتح
اخبار مدینہ" اور اخیر میں اس خاکسار پر نظر عنایت فرمانے کو فاتح ثناء اللہ بھی لکھا
کرتے ہیں۔ اور کبھی زیادہ ترقی کر کے امیر ملت و امام وقت بھی بن جاتے ہیں۔

ہم سمجھتے تھے کہ وہ اس دماغ کے اکیلے بزرگ ہیں جو بغیر فتح کے فاتح کہلانے کے شائق
ہیں۔ مگر مولوی قطب الدین صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ وہ بزرگ اکیلے نہیں بلکہ
ان کے ساتھ ایک اور صاحب بھی ہیں۔ اس لئے ہمیں افسوس ہے۔ کیوں؟

ایک سے جب دو ہوئے تو لطف یکتائی نہیں

دفع افترا افترا کرنے کی ابتدا خدا جانے کب سے ہوئی ہے ۔ قرآن مجید نے اس سے
بڑی سختی کے ساتھ منع فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا
بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ٥ یعنی کسی شخص یا جماعت کو ناکردہ گناہ پر تکلیف
دینے والے اپنے ذمے بڑا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ مومن بالقرآن ہر وقت اس آیت شریفہ کو اپنے سامنے رکھ کر افترا
کرنے اور بہتان لگانے سے باز رہتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کلمہ گو مومن بالقرآن اس
ارشاد خداوندی کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے تو ہمیں سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ہمارے مخاطب
بھی اس عیب سے بری نہیں ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ

نداء غیر اللہ جائز ہے۔ کیونکہ مولوی ثناء اللہ کو دور دراز کے شاعروں نے ندا کی ہے:

اہل توحید کی تردید میں آپ لکھتے ہیں:۔

" اگر جواب میں کوئی ان سے کہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو یا ساریۃ سے آواز دیا تھا اور حضرت ساریہ اس روز ایران کے صوبۂ فارس کے شہر نہاوند میں مصروف پیکار آنکھوں سے بعدہ مراحل اوجھل تھے۔

یا ان سے کہا جائے کہ حدیث شریف میں یا عباد اللہ اعینونی آیا ہے تو سنتے ہی جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ عمر مسئلہ طلاق اور مسئلہ تراویح میں بدعتی ہے۔ ہم اس کی نہیں مانتے اور حدیث ضعیف ہے قابل سماعت نہیں۔ استغفر اللہ اس وقت ان کے حواشی قلوب سے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اور ما راٰہ المؤمنون حسناً فھو عند اللہ حسن اور لا تجتمع امتی علی الضلالۃ وغیرہا احادیث عناد نبوی سے لعو و سہو اور مسخ و فسخ ہو جاتی ہیں۔ اور جان بوجھ کر اپنی ضد اور ہٹ کی پوجا کرتے ہیں "

(انوار الصوفیہ بابت جولائی ۱۹۳۰ء صفحہ ۲۸/۲۹)

سبحان اللہ! کیا ہی علم و فضل اور عدل و انصاف ہے۔ اتنا بھی نہ سوچا کہ جن شاعروں نے دور سے ندا کی ہے اُن کی ندا بذریعہ چٹھی منادیٰ کو پہنچ گئی اور بس۔ گویا وہ قریب سے بلاتے ہیں اور مخاطب سنتا ہے۔ لیکن جن کو تم لوگ پکارتے ہو اُن کی شان میں تو یہ آیت وارد ہوئی ہے۔ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (وہ انکی پکار سے بے خبر ہیں)

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ (اگر تم ان کو بلاؤ وہ تمہاری دعا نہیں سنتے) اور سنئے!

وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ۔ (اگر سن پائیں تو تمہاری مراد نہیں دے سکتے۔) اور سنئے!

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ (قیامت کے روز وہ تمہارے افعال شرکیہ سے انکار کر دینگے کہ ہم نے ان کو نہیں کہا تھا۔)

نوٹ کر لیں | امیر المؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ و اکرم کو بدعتی کہنے والا خود بدعتی ہے۔

یا عباد اللہ اعینونی کا جواب اس رسالے کے پہلے حصے میں آچکا ہے۔

رہی روایت ساریہ والی تو پہلے اس کو بحکم ثبت العرش ثم انقش صحیح ثابت کیجئے۔ پھر پیش کر کے ہم سے جواب لیجئے۔

ما راٰہ المؤمنون حسناً فھو عند اللہ حسن[1] گو حدیث مرفوع نہیں مگر اپنے معنی میں صحیح ہے۔ کیونکہ مؤمنون جمع کا صیغہ ہے اور الف لام استغراقی ہے۔ اس کا مضمون نہ کبھی واقعہ ہوا اور نہ ہوگا۔

دوسری روایت لا تجتمع امتی[2] بھی اسی مضمون کی ہے جو کبھی واقع نہیں ہوا۔ چنانچہ امام احمد صاحب المذہب کا قول ہے :-

من ادعی الاجماع فھو کاذب۔ (اعلام الموقعین)

پس آیندہ کو اہل توحید کے مقابلہ میں جو مضمون لکھیں تو ہمارا مشورہ ہے کہ پہلے اُسے اپنے بزرگ شیخ الجامعہ بہاول پور کو دکھا لیا کریں ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

---

[1] جس بات کو سارے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔
[2] یعنی ساری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

ہماری مطبوعات

تصانیف محدث روپڑی رح

- فتاویٰ اہل حدیث کامل دو جلدیں ۔
- اہل حدیث کے امتیازی مسائل ۔
- تعلیم الصلوٰۃ کامل دو حصے ۔
- تقلید علمائے دیوبند
- نورِ محمدیؐ کی پیدائش
- ردّ بدعات
- وسیلہ بزرگاں ۔
- زیارتِ قبرِ نبویؐ ۔
- عرس اور گیارھویں
- شرکیہ دم جھاڑہ
- حجِ مسنون
- حکومت اور علمائے ربانی ۔
- لڑکی شادی کیوں کرتی ہے ؟
- انسانی زندگی کا مقصد

دیگر تصانیف

- حدیثِ نماز
- اصلی حنفی نماز
- داستانِ حنفیہ
- مقلدین آئمہ کی عدالت میں
- دینِ تصوّف
- خیر البراہین
- معقولاتِ حنفیہ
- اصلی اہل سُنّت
- کیا مُردے سُنتے ہیں ؟
- شمعِ توحید مع نُورِ توحید
- جرابوں پر مسح
- بہجۃ القلوب

ہر قسم کی اسلامی کُتب اور علمائے کرام کے کیسٹیں بھی دستیاب ہیں

مکتبہ عزیزیہ جامع قدس
رحمٰن گلی ۵ چوک دالگراں لاہور